بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارمال

از قلم عبداللہ وسیم

ارمال کے بارے میں مجھے کچھ کہنا ہے......

تمام کو میرا اسلام۔ امید ہے آپ جس دل سے اس ناول کو پڑھنے آئے ہیں تو آپ کو پڑھ کر خوشی ہو۔

ایک بار یہ تحریر لازمی پڑھ لیں۔

میں نے ستمبر ۲۰۲۰ میں تصویر لکھنا شروع کیا تھا۔ اس بات تو چھ سال ہونے کو آئے ہیں اور مجھے اس وقت بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ میں ایک دن یہاں پہنچ جاؤں گا۔ وہ ۲۰ روپے والی کاپی پر لکھا تصویر کا پہلا سین (جو بعد میں بدل دیا تھا) لکھنا آج بھی یاد ہے۔ جہاں سے یہ سفر شروع ہوا تھا۔ ذہن میں کہیں بھی یہ نہیں تھا کہ میں ایک رائٹر ہوں یا بننے والا ہوں بس ذہن میں یہ تھا کہ یہ جو کہانی دن رات ذہن میں چلتی ہے اسے لکھ کر دیکھوں۔ مجھے لگتا تھا کہ یہ آسان کام ہے اور اس کاپی پر میں تصویر کی ساری کہانی لکھ لوں گا۔ مجھے خوشی والی ہنسی آ رہی ہے سوچ سوچ کر۔ اس کاپی کے علاوہ اور بھی بہت سی کاپیاں اور رجسٹر کو کہانی سے بھر دیا گیا تھا اور پھر ایک ناول مکمل ہوا تھا۔

اللہ کا کرم ہوا کہ بہت سے لوگوں کو پسند آیا۔ مجھے یاد ہے سوہنی ڈائجسٹ پر اس کے ۸۰ ہزار سے زیادہ ویوز تھے۔ میرے لیے تو ایک بڑی جیت تھی لیکن تب بھی ذہن میں نہیں تھا کہ میں ایک رائٹر بننے والا ہوں۔ ایک مصنف بننے والا ہوں جو کہانی بُنتا اور لکھتا ہے۔ پھر کہف لکھنے کا خیال مچلنے لگا۔ تصویر کی اشاعت سے قبل ہی وہ لکھنا شروع کر دیا تھا اور کہف ایسا ناول تھا جس میں مجھے

قلم کی طاقت کا احساس ہوا۔ مجھے لکھاری ہونے کے معنی سمجھ آئے۔ذمہ داری کا احساس ہوا اور وہ ناول میں نے یہ سوچ کر لکھا کہ میں ایک لکھاری ہوں اور اپنے قلم کی طاقت کا صحیح استعمال میری ذمہ داری ہے۔الحمداللہ، اللہ نے میرا بہت ساتھ دیا۔کہف کو بیسٹ سیلنگ دیکھ کر میرے پاس شکر کے لیے الفاظ ختم ہوجاتے ہیں۔

جب بھی قلم اٹھایا یہی سوچ تھی کہ کچھ الگ لکھوں۔ کچھ ہٹ کر لکھوں۔ ناولز میں محبت کے سوا اور بھی جہاں آباد ہونے چاہیے۔ اور موضوعات اور Genre کو explore کرنا چاہئے۔کہانی صرف محبت لکھنے کا نام نہیں ہے۔اسی لیے کہف میں کوئی ہیرو یا ہیروئن نہیں ہے۔ وہ ایک plot oriented ناول ہے۔کوئی محبت کی کہانی نہیں ہے بلکہ اس سے الگ ہے۔

پھر خیال آیا کہ اردو میں فینٹسی ناولز نہیں ہے سوائے حالم کے۔ میں نے سوچا تھا کہ کبھی ایک فینٹسی ناول لکھوں گا جو اردو فکشن میں ایک genre ہو۔ارمال اسی کوشش کی طرف ایک قدم ہے۔ارمال کو میں نے ۳ سال پہلے لکھنا شروع کیا تھا لیکن صرف اسی وجہ سے چھوڑ دیا کہ ابھی مجھے اپنی لکھائی کو اور بہتر بنانا ہے۔اور پختگی لانی ہے۔شاید میں ابھی ارمال نہیں لکھ سکتا۔ اس ناول کو لکھنے کے لیے میں تیار نہیں ہوں۔ میں نے اسے لکھنا چھوڑ دیا۔اس دوران ق،ضیف الرحمان (اللہ کرے کتاب آ جائے۔ سارے بولو آمین۔)اور جھوک سیال لکھنا شروع کیا۔ہاں......اب لگتا ہے کہ ارمال کے لیے میرا قلم مضبوط ہو چکا ہے۔میں اسے لکھ سکتا ہوں۔ اسی لیے میں اب اسے لکھ رہا ہوں۔ میں تب تک کہانی نہیں لکھتا جب تک وہ میرے اندر سے خود باہر نکلنے کے لیے محنت نہ کرے۔ارمال ۳ سال میرے ذہن میں تھا۔آج میں اسے لکھ رہا ہوں

اور آپ اسے پڑھ رہے ہیں۔

فینٹسی لکھنا مشکل ہے میں یہ بات سمجھتا ہوں۔فینٹسی میں نئ نئ چیزیں بنانا ایک فن ہے۔ میری پوری کوشش ہے میں اس میں کامیاب ہوسکوں۔میں جانتا ہوں بہت سوکو اس میں خامی نظر آئے گی۔اچھے برے تبصرے ہوں گے۔میں سب کے لیے تیار ہوں۔یہ فقط ایک کوشش ہے البتہ میں نے اور خزیمہ نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ہم کوئی بھی چیز کسی بھی دوسرے (سات سمندر پار) کے لکھاریوں جیسی نہ لکھیں کیونکہ ہمارے یہاں ایک کمیونٹی ہے جو لکھاریوں کو گرانے کے لیے کوشاں ہے۔فینٹسی لکھنا ایک چیلنج ہے کیونکہ سب کا دھیان اسی طرف جاتا ہے کہ یہ تو فلانی فلم میں ہوا تھا جبکہ ضروری نہیں ہے کہ فلانی فلم جیسا ہی لکھا ہو۔بات سمجھنے کی یہ ہے کہ جب ہم کسی genre کو لکھتے ہیں تو اس کے کچھ پوائینٹس ہوتے ہیں جو ہمیں fulfill کرنے ہوتے ہیں۔جیسے ایڈونچر لکھتے سمے کرداروں کو کسی مصیبت میں ڈالنا ہی ہوتا ہے۔ murder mystery لکھتے ہوئے کسی کو مارنا ہی ہوتا ہے۔تھرلر لکھتے ہوئے کچھ نہ کچھ سنسنی خیز کرنا ہی پڑتا کیونکہ یہ genre کی requirement ہے۔پریم کتھا کو آپ مرڈر مسٹری نہیں کہہ سکتے۔ سمجھنے والی بات یہی ہے۔

اسی طرح جب ہم فینٹسی لکھتے ہیں تو ضرور کچھ نہ کچھ سوپر نیچرل یا جادوئی یا کوئی انوکھی چیز لکھنی ہوتی ہے کیونکہ یہ کہانی اور genre کی ضرورت ہے۔اس کا ہرگز مطلب نہیں ہے کہ لکھاری کسی انگریزی فلم کی کاپی کر رہا ہے۔کتابیں پڑھنے والوں کا ذہن بہت کھلا ہوتا ہے کیونکہ اس میں علم ہوتا ہے۔علم کبھی بھی ایک چھوٹے سے ڈبے میں نہیں رہ سکتا۔علم بڑھتا جاتا ہے اور

پھیلتا جاتا ہے۔علم کا بڑھنا یہی ہے کہ ہم دوسروں کو سمجھیں۔فینٹسی میں جادو کو قبول کریں۔

آپ سب ناول پڑھیں۔اسے ایکسپپٹ کریں گے تو میرا قلم مزید توقیت پکڑے گا۔میں یہ نہیں کہہ رہا کہ بس تعریفیں ہی کریں بلکہ اسے قبول کریں۔یہ کہانی ایسی ہی تھی۔یہ ایسے ہی لکھی جانی تھی۔اس میں جو جو ہورہا ہے وہ اس کی ضرورت تھی۔ایک فنی بات آپ کو بتاتا ہوں۔خزیمہ کو میں نے کہا یہ کہانی پاکستان میں سیٹ کرلیتے ہیں۔کہتا ہاں، بادشاہ کا نام شفیق رکھ دینا۔ملکہ کا نام اصغری۔شہزادی کا نام نجمہ رکھ دینا۔میں ہنس رہا ہوں۔یہ سب کہانی کی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔ ارمال کی سیٹنگ پاکستان میں نہیں ہوسکتی تھی۔

امید ہے آپ سب میری بات کو سمجھ گئے ہوں گے۔چلیں ناول پڑھیں اور مجھے ضرور بتائیں۔میں انسٹا لنک لگا دیتا ہوں۔

دعا گو۔

عبداللہ وسیم

insta @abdullahwaseem_

ارمال

سفید رنگ کا چمکتا ہوا ٹکرا جو گرا زمین پر
تو نگل لیا نرم زمین نے اسے اپنے اندر
اچانک زمین کا سینہ ہوا چاک
اور باہر نکلی ایک چھوٹی سی شاخ
رنگ بھورا تو تھا ہی مگر تھی اس میں خوشبو
پتوں کا رنگ ہرا نہیں بلکہ تھا وہ ہم رنگ خاک
خاک رنگ پتے تھے دبیز
اور سب سے اوپر تھا ایک پیارا سا گل
جو چمک میں تھا مانند چاند
اور رنگ میں تھا مانند دن کا آسمان
کہنے لگے کہ یہ انوکھا ہے سب سے
چپ رہے اس گل کا راز جان کر بہت سے

☆☆☆☆☆

باب اوّل

تہہ خانے کا راز

وہ پورا چاند

ایک بے جان جسم

ارمالیہ

The Ocean Gate

چاند اپنی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

وہ بے جان سی پتھریلی زمین پر گری ہوئی تھی۔اس کا وجود سمٹا ہوا تھا۔گاڑھے خون کے نشان اس کے کپڑوں پر موجود تھے لیکن اب خون آنا بند ہو چکا تھا۔اچانک اس نے گہرا سانس لیا اور ہوش میں آئی۔اس کا تنفس پھولا ہوا تھا۔ پورے چاند کی تیز روشنی کی وجہ سے اس نے آنکھیں میچ لیں۔تنفس بحال کر کے وہ اٹھ بیٹھی اور اپنے آس پاس دیکھا۔وہ وہاں اکیلی تھی۔ سمندر بھی شانت تھا۔

سمندر اس سے چند گز کی دوری پر تھا اور یہ پتھریلا راستہ بھی وہیں جا کر ختم ہو جاتا تھا۔اس کے عقب میں ساحل پر جمی ریت تھی اور اس سے پہلے جنگل تھا۔درختوں کے پتے ہوا کے زور پر ناچ رہے تھے۔

وہ بس چاند کو دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور سمندر کی طرف جاتی اس راہداری پر چلنے لگی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے قدم خود بخود اس طرف بڑھ رہے تھے۔ چاند اپنے حجم سے بڑا معلوم ہو رہا تھا اور دور کہیں پانی اور چاند آپس میں ملتے دکھائی دیتے تھے۔

وہ اس سے پہلے کبھی یہاں نہیں آئی تھی بلکہ وہ چاند کی بھرپور چمک میں کبھی بھی گھر سے ایسے باہر نہیں نکلی تھی۔ اسے اجازت ہی نہیں تھی کہ وہ گھر سے باہر نکلتی لیکن آج قسمت اسے یہاں لے آئی تھی کیونکہ آج اس کا یہاں ہونا بہت ضروری تھا۔

چلتے چلتے اسے احساس ہوا کہ یہ راہداری ختم ہونے والی ہے اور آگے چار قدموں کے بعد سمندر ہے۔ وہ سمندر سے اوپری سطح پر تھی۔ اس راہداری کے اختتام پر بڑی بڑی اینٹیں رکھی گئی تھیں جو گول صورت لگائی گئی تھیں۔ وہ ایک ٹک چاند کو دیکھ رہی تھی جو اپنی چمک سے بے رنگ پانی کو سفید کرتا چلا جا رہا تھا۔ اسے لگا اب یہ چمک پانی کے بعد اسے روشن کرے گی۔ وہ وہیں کھڑی رہی اور بالآخر اسے وہ روشنی محسوس ہونے لگی۔

وہ جس جگہ کھڑی تھی وہاں ایک گول دائرہ بنا تھا یعنی وہ دائرے کے اندر تھی۔ اس نے زمین کو دیکھا۔ اس دائرے کے علاوہ اس گول صورت راہداری کے اختتام پر ایک اینٹ چمکنے لگی۔ وہ اسے حیرت اور خوف سے دیکھنے لگی۔ وہ روشنی اب اس اینٹ سے ہوتے ہوئے اس دائرے میں گھومنے لگی جس میں وہ کھڑی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس روشنی نے اس کے وجود کے اندر سرائیت کرنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے وجود کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہی تھی جو چاند سے آنے والی روشنی کی طرح ہی چمک رہا تھا۔ کپڑوں پر خون کے نشان بھی ڈھل چکے تھے۔

اس نے دائرے سے پاؤں باہر نکال کر آگے کی طرف قدم بڑھایا۔گول صورت لگی اینٹیں زمین کے اندر جانے لگیں اور سامنے سیڑھیاں نمودار ہوئیں جو سیدھا سمندر کے اندر جاتی تھی۔

''تمہارے لیے میرے پاس کچھ ہے۔''سمندر سے آتی نرم سی آواز نے اسے کہا۔

اس نے قدم بڑھا دیے...... وہ سمندر کے اندر اترنے لگی......اس کا وجود چاند کی طرح چمک رہا تھا......اور یہ چمک دھیرے دھیرے سمندر میں غائب ہوتی جا رہی تھی......

☆☆☆☆☆

شاہی محل قابل دید تھا۔ایک کونے میں گول صورت مینار تھا جس کے اوپر ایک کھڑکی تھی۔ یہ مینار کافی چوڑا اور بلند تھا۔وہ جیسے محل کا ستون تھا مگر وہ ایک کونے میں تھا۔اسی گول اور شاندار مینار کے ساتھ ہی محل کی باقی عمارت جڑی تھی۔اس بڑے مینار کے آدھ تک باقی عمارت کی اونچائی تھی۔کئی چھوٹے چھوٹے مینار تھے جن کے اوپر بھی کھڑکیاں بنی تھیں۔شاہی محل کا داخلی دروازہ عین وسط میں تھا۔محل کی عمارت چکور صورت تھی۔اگر آسمان سے اسے دیکھو تو معلوم ہوتا تھا کہ اندر، چکور عمارت کے ایک طرف میں بہت وسیع باغ تھا۔مینار سے باہر نکلو تو سامنے ہی یہ باغ تھا۔باغ میں طرح طرح کے پھول اور پھلوں کے پودے لگے تھے۔شاہی مالی اس باغ کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ مالی نے پودوں کو مختلف زاویوں میں کاٹ کر خوبصورت چیزیں بنائی ہوئی تھیں۔دیکھنے والا اسے کسی جنت کا باغ ہی سمجھتا تھا۔چکور باغ کے آگے کشادہ راہداری تھی جس کے اوپر چھت تھی۔اسی کے آگے محل شروع ہوتا تھا۔یوں کہہ لیں کہ اس بڑے مینار کے دائیں سے عمارت شروع کی گئی اور چکور صورت بنا کر، مینار کے ساتھ ختم کر دی گئی تھی۔

شاہی محل خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔

یہ کہانی محل کے اس بڑے مینار کے سب سے اوپر والی کھڑکی سے ہی شروع ہوتی ہے۔ کسی پرندے پر بیٹھ کر مینار کی کھڑکی تک جاؤ تو وہاں وہ کھڑی دکھائی دے گی۔اس نے ہاتھوں کی مٹھی بنا کر چہرے کے نیچے رکھی تھی۔ چہرے پر معصومیت کے ساتھ ساتھ اداسی بھی رقم تھی۔وہ سامنے آسمان کو دیکھ رہی تھی جس کا رنگ نیلا تھا۔سفید بادل کہیں کہیں موجود تھے۔سورج اس کھڑکی کے سامنے ہی غروب ہوتا تھا۔

آسمان سے نظریں پھیر کر اس نے زمین کو دیکھا۔سامنے شہر تھا۔شہر اور محل کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔یہاں سے سارا شہر دکھتا تھا۔وہ گھر دیکھنے لگی۔اسے لوگ چلتے دکھائی دیے۔مینار سے اسے کسی کا چہرہ تو واضح نہیں دکھتا تھا مگر وہ انسانوں کو دیکھ سکتی تھی۔شہر کے ایک طرف بازار تھا جہاں انسانوں کا زیادہ رش تھا۔دوسری طرف گھر تھے۔۔اس کھڑکی کے عین مخالف سمت بھی ایک ایسی ہی کھڑکی تھی۔دوسری کھڑکی سے محل کا عقبی حصہ نظر آتا تھا۔

اس نے گہری سانس خارج کی۔

''یہ سب انسان اپنے بادشاہ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔انہیں اپنے بادشاہ پر کتنا بھروسہ ہے۔بادشاہ بھی اپنی رعایا کا بھروسہ جیت چکا ہے۔کیا میں کبھی ان کا بھروسہ جیت پاؤں گی؟ بتاؤ مجھے موفل (Mofil)۔'' نرم سی آواز میں کہتی وہ کمرے کی طرف مڑی۔

کھڑکی کے عین سامنے اس کا بیڈ تھا جس کے دائیں بائیں میز رکھے تھے۔میزوں پر لالٹین تھے جو ابھی جلائے نہیں گئے تھے۔اس کے کمرے کی ساخت مینار کی طرح گول

تھی۔ کھڑکی کے ساتھ ہی گولائی میں بنایا گیا صوفہ تھا۔ دو کرسیاں اور کھڑکی کی دوسری طرف الماری تھی جو دیوار میں ہی پیوست تھی۔ سب کچھ شہزادی کی شایانِ شان تھا۔ الماری کے ساتھ ہی دروازہ تھا۔ کمرہ کھلا تھا، تنگ نہیں۔

موفل اس کی بلی تھی۔ وہ ہمیشہ اس کیساتھ ہی رہتی تھی۔ وہ موفل سے بہت پیار کرتی تھی اور موفل اس سے۔ وہ اکثر خود سے باتیں کرتے کرتے موفل سے باتیں شروع کر دیتی تھی۔ اسے ایسے لگتا تھا کہ موفل اس کی باتیں سنتی ہے۔

موفل بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کی گود میں چڑھ بیٹھی۔ اس نے موفل کی کمر سہلائی۔ وہ دودھ کی طرح سفید رنگ کی بلی تھی جس کی آنکھیں نیلی تھیں۔

''چھوڑو، میں بھی کیا ہر وقت ایک ہی بات سوچتی رہتی ہوں۔'' اس نے جیسے خود کو ڈانٹا۔ موفل نے میاؤں کہا۔ شہزادی ہنس دی۔ اسے لگا موفل اس کی ان باتوں سے سخت بوریت کا شکار ہو رہی ہے۔

''موفل تم تو میرا مذاق مت اڑاؤ۔ میں تمہارے علاوہ کس سے باتیں کیا کروں؟'' اس نے موفل سے کہا۔ موفل اٹھ کر بیڈ کی طرف چل پڑی۔ شہزادی پھر سے ہنس دی۔

اسی دوران ہلکی سی دستک سنائی دی۔ شہزادی نے خود کو کمپوز کیا اور چہرے پر شہزادیوں کی سی مسکراہٹ سجائی۔ سنجیدہ لہجے میں آجاؤ کہا تو لکڑی کا دروازہ اپنی مخصوص چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔ شہزادی اٹھ کر کرسی پر شان سے بیٹھ چکی تھی۔ اسے اس سب کی خاص تربیت دی گئی تھی۔ تربیت دینے والی دروازہ گھسیٹ کر اندر داخل ہوئی۔ وہ ایک اڈھیر عمر عورت تھی اور اس شاہی محل

کی دایا تھی۔ اسی نے بادشاہ کو پالا تھا اور اب بادشاہ کی اکلوتی بیٹی کو بھی۔ وہ شہزادی کے بہت قریب تھی۔ شہزادی بھی اسے ماں کی طرح ہی مانتی تھی۔ وہ اسے نینی (Nany) کہتی تھی۔ اس محل میں سب ہی اسے نینی کہہ کر بلاتے تھے۔ اسے اپنا یہ نام اچھا لگا تھا۔ بادشاہ بھی بچپن میں اسے نینی ہی کہتا تھا۔

نینی ہر وقت اپنے ہاتھ میں ایک چھڑی رکھتی تھیں۔ نینی جب اپنی چھڑی غصے سے زمین پر مارتی تھیں تو کنیزوں کو سانپ سونگھ جاتا تھا۔

''نینی آپ؟'' شہزادی مسکراتے ہوئے کھڑی ہوئی۔ نینی چل کر اس کے پاس آئیں اور گال پر پیار کیا۔

''کیسی ہیں میری پیاری شہزادی؟'' عمر رسیدہ نینی کی آواز اب عمر کے ساتھ ساتھ بوڑھی ہوتی گئی مگر نینی میں اب بھی اتنی ہی ہمت باقی تھی جتنی جوانی میں۔ ہاں کچھ فرق تو پڑا ہی تھا مگر وہ ابھی تک اس مینار کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آجایا کرتی تھیں۔ انہیں اس کام میں تھکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں نینی۔ آپ کیسی ہیں؟'' شہزادی نے انہیں بیڈ پر بیٹھنے کا کہا تو نینی وہاں بیٹھ گئیں۔

''میں بھی ٹھیک ہوں۔ میں یہ بتانے آئی تھی کہ درزی محل میں آیا ہے۔ میں نے اسے روک رکھا ہے۔ آئیں آپ میرے ساتھ۔ آپ کی سالگرہ کا لباس سلوانا ہے تو اپنا ناپ وغیرہ درزی کو دے دیں۔'' نینی نے کہا۔

’’اوہ۔ نینی آپ کسی اور کو بھیج دیتیں۔اتنی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی ہیں۔‘‘ شہزادی کے چہرے پر نینی کے لیے فکر تھی۔

’’شہزادی، مجھے آپ کے کام کرنا پسند ہیں۔ یہ سیڑھیاں مجھے کچھ نہیں کہتیں۔اگر میں کبھی تھک بھی جاؤں تو آپ کی اتنی پیاری مسکراہٹ دیکھ کر میری تھکن اتر جاتی ہے۔ویسے بھی، میں ابھی تک ان جوانوں سے زیادہ تندرست ہوں۔‘‘ نینی آخر میں ہنس دی تو شہزادی نے اس کی تائید کی۔

’’یہ تو آپ نے ٹھیک کہا۔آپ چلیں میں آتی ہوں۔‘‘ شہزادی اٹھ کھڑی ہوئی۔ نینی نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔

’’بائے موفل۔ میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں۔‘‘ اس نے موفل کو کہا جو بیڈ پر آرام فرما رہی تھی۔موفل نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سے آنکھیں بند کر لیں۔ نینی کمرے سے باہر جا چکی تھیں۔شہزادی موفل کو پیار کرنے آئی اور پھر مڑ گئی۔

’’تمہیں خود کو مضبوط کرنا ہوگا شہزادی۔‘‘

اسے ایسے لگا جیسے کوئی بولا ہے۔اس نے مڑ کر موفل کو حیرت بھری نگاہوں سے دیکھا پر وہ تو سو رہی تھی۔ ویسے بھی وہ بھلا کیسے بول سکتی تھی؟

’’مجھے اکثر ایسے لگتا ہے جیسے تم بولتی ہو پر...... ایسا کیسے ممکن ہے؟ شاید میرا وہم ہے۔شاید یہ میری اپنی ہی آواز ہے جو مجھے سنائی دیتی ہے۔‘‘ شہزادی نے سوچا اور کمرے کا دروازہ بند کرتی باہر چلی گئی۔

دروازے کی آواز نے جیسے موفل کی نیند خراب کردی تھی۔ وہ اٹھی اور چلتی چلتی کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ سامنے سورج غروب ہونے کے لیے تیار تھا۔ موفل کبھی غروب ہوتے سورج کو دیکھتی تو کبھی نیچے شہر کو۔ اس کی آنکھوں میں اداسی تھی۔ شاید وہ کسی کو یاد کر رہی تھی۔ تیز ہوا نے اس کے بدن کے بالوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

شہزادی اور نینی ساتھ ساتھ ہی زینے اتر رہی تھیں۔ مینار کی ساخت کی طرح زینے بھی گول تھے۔ وقفے وقفے سے لالٹین دیواروں میں جڑے تھے۔ اس وقت دن کی روشنی تھی اسی لیے لالٹین بجھے ہوئے تھے۔ رات ہوتے ہی خادمائیں آتیں اور لالٹین جلا کر گول زینوں کو زرد روشنیوں میں نہلا کر چلی جاتی تھیں۔ شہزادی نے اپنے لیے یہ کمرہ خود مختص کیا تھا۔ بادشاہ نے آج تک اس کی کوئی بات نہیں ٹالی تھی اسی لیے اسے اس کمرے میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ محل کے شاہی حصے میں بھی اس کے لیے ایک کمرہ بنا تھا۔ کبھی اگر اس کا دل چاہتا تو وہ وہاں بھی رہ لیا کرتی تھی۔

''ابھی سالگرہ میں ایک ہفتہ باقی ہے اور ابھی سے ہی یہ سب شروع ہو چکا ہے؟'' شہزادی نے نینی سے پوچھا۔ اس کے انداز میں بیزاریت تھی۔ اس سالگرہ کا مطلب تھا کہ پوری سلطنت سے امیر کبیر لوگ آئیں گے۔ دوسری ریاستوں کے بادشاہ اور ان کے اہلِ خانہ بھی شرکت فرمائیں گے۔ اسے ان سب سے ملنا پڑے گا۔ ان سے باتیں کرنا ہوں گی۔ ان کے ساتھ وقت گزارنا ہوگا۔ اپنی سالگرہ کا دن اسے ذرا پسند نہیں تھا۔

''آپ تو جانتی ہی ہیں شہزادی۔آپ ہماری ریاست کی اکلوتی شہزادی ہیں۔آپ کی پیدائش پر بادشاہ سلامت بہت خوش تھے۔میں نے ان کی خوشی دیکھی ہے۔وہ اس خوشی کو منانا چاہتے ہیں جو آپ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں محسوس ہوئی تھی۔وہ نہیں چاہتے اس خوشی بھرے دن میں کوئی بھی کمی باقی رہے۔ان کا بس چلے تو پوری دنیا کو حکم دے دیں کہ وہ آپ کی سالگرہ کو اسی شان سے منایا کریں۔وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔'' آخر میں نینی مسکرا دی۔

شہزادی اس کی بات سن کر کچھ ڈھیلی پڑ گئی تھی۔وہ بھی اپنے باپ سے محبت کرتی تھی۔وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس کا باپ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے۔وہ ہر سال صرف اپنے باپ کی خوشی کے لیے یہ دن سب کے ساتھ گزارتی تھی ورنہ اسے یہ دن بھی عام ہی لگتا تھا۔

''ہاں جی۔بابا کی وجہ سے ہی میں یہ دن مناتی ہوں ورنہ مجھے یہ دن ذرا پسند نہیں۔'' جملے کا آخری حصہ اس نے آہستہ سے کہا تھا۔نینی تک اس کی آواز نہیں پہنچی تھی۔وہ اپنی کسی بات سے نینی کو بھی دکھ نہیں دینا چاہتی تھی۔اس دنیا میں اسے دو ہی لوگ عزیز تھے۔اس کا باپ اور نینی...... یا شاید......شاید اسے وہ عورت بھی عزیز ہو سکتی ہے......یا شاید ہو گی بھی......وہ عورت......جس نے اس کی ماں کی عدم موجودگی میں اس محل کو ملکہ کی طرح ہی سنبھالا تھا......وہ جس سے اس کا بہت قریبی رشتہ تھا......اس کی ماں کی بہن......اور......

''آپ کیسا لباس بنوانا چاہتی ہیں شہزادی؟'' نینی نے سوال داغا۔

''جیسا ہر سال درزی بناتا ہے میں پہن لیتی ہوں۔مجھے فرق نہیں پڑتا۔'' اس کے لہجے

میں اکتاہٹ در آئی۔ نینی نے اسے دیکھ کر گہری سانس خارج کی۔اس وقت وہ اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

گول زینے ختم ہو چکے تو سامنے ایک دروازہ تھا۔ ہمہ وقت تعین کردہ محافظ نے دروازہ وا کیا تو سامنے ہی لمبی راہداری تھی۔ راہداری کے بائیں طرف ہی شاہی باغ تھا۔سامنے شاہی محل......

مقررہ کمرے کی طرف وہ دونوں بڑھنے لگیں۔محل کی خادمائیں ہر جگہ موجود تھیں۔شہزادی کو دیکھتے ہی وہ ایک دم سیدھی کھڑی ہوئیں۔تعزیم میں سر کو ہلکا سا جھکایا۔شہزادی انہیں مسکرا کر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ نینی اب اس سے ایک قدم پیچھے ہی تھی۔ جو بھی تھا، وہ اس سلطنت کی اکلوتی شہزادی تھی۔

''شہزادی......'' مقررہ کمرے کے باہر کھڑی کنیز نے اسے دیکھ کر کورنش (شاہی سلام جو جھک کر کیا جاتا ہے) بجایا۔شہزادی کے لیے دروازہ پہلے سے ہی کھولا جا چکا تھا۔وہ اندر داخل ہو گئی۔

کمرے میں دروازے کے عین سامنے بالکونی کا دروازہ تھا۔ایک طرف صوفے رکھے گئے تھے اور دوسرے طرف قالین بچھے تھے۔ کمرہ بہت کشادہ نہیں تھا۔ یہ صرف اسی طرح کے کاموں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔جیسے کسی ملاقات کے لیے یا ایسے کوئی درزی وغیرہ آتا تو ہی۔ شہزادی کے آتے ہی کمرے میں موجود دو کنیزوں سمیت درزی نے بھی اٹھ کر کورنش بجایا۔ دوسری طرف شہزادی کے لیے مخصوص دیوان رکھا گیا تھا جس پر آ کر وہ بیٹھ چکی تھی۔ درزی

زمین پر بچھے شاہی قالین پر بیٹھا تھا۔اس کے اردگرد بہت سے خوبصورت کپڑے تہہ شدہ حالت میں رکھے تھے۔مختلف رنگوں کے کپڑے جن پر شہزادی کے شایانِ شان زیب و آرائش کی گئی تھی۔شہزادی کو صرف اپنے پسندیدہ رنگ پر ہاتھ رکھنا تھا۔اب درزی اس کے سامنے تھا اور اس کے دائیں بائیں دو کنیزیں سر جھکائے کھڑی تھیں۔نینی بھی وہیں موجود تھی۔

درزی نے شہزادی کو دکھانے کے لیے پہلے ہی کپڑے کھول رکھے تھے۔شہزادی کھڑے کھڑے ہی انہیں دیکھ رہی تھی۔سب اس کی پسند سننے کا انتظار کر رہے تھے۔

''مجھے کاسنی رنگ پسند آیا ہے پر کام پیلے والے کا پسند ہے۔'' کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

''آپ کا حکم پورا کیا جائے گا شہزادی۔میں ایک دو دن میں کاسنی رنگ پر کام کروا کر آپ کو دکھا دوں گا۔'' درزی تابعداری سے بولا۔اس کا سر بھی جھکا ہوا تھا۔

''تم کل ہی کام مکمل کرو اور پرسوں لباس تیار کر کے لے آنا۔'' نینی تحکم بھرے انداز میں درزی سے مخاطب ہوئی۔

''معاف کیجیے گا لیکن کل تک کام مکمل کرنا ممکن نہیں ہے۔آپ دو دن کا وقت عنایت فرما دیں۔'' درزی کے انداز میں درخواست تھی۔

''نہ......''

''کوئی بات نہیں۔آپ پرسوں تک کام مکمل کر سکتے ہیں۔'' نینی کے کچھ بولنے سے قبل ہی شہزادی نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔نینی خاموش ہو گئی۔شہزادی کے اٹھتے ہی درزی بھی تادیبی

انداز میں اٹھا۔

''شکریہ شہزادی۔'' درزی بولا۔

شہزادی کوئی جواب دینا چاہتی تھی مگر وہ رک گئی۔ اسے یہی سکھایا گیا تھا کہ صرف ضروری باتوں کا جواب ہی دینا ہے۔ اسے یہ سب باتیں بہت عجیب لگتی تھیں لیکن پھر اسے نینی کی بات یاد آتی۔

''شہزادی ہونا آسان ہے پر شہزادی بن کر ''رہنا'' آسان نہیں ہے شہزادی سوفین۔''

نینی نے گھور کر درزی کو دیکھا۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔ سمجھ گیا تھا کہ نینی کو کل ہی لباس چاہئے۔

پاس کھڑی ایک کنیز نے فیتے سے شہزادی کا ناپ لینے کی اجازت طلب کی۔ نینی نے اجازت دے دی۔ درزی باہر چلا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

شہزادی سوفین......

شہزادی نے اپنے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر دیا۔ موفل دروازے کی آواز سے ایک دم ڈر سی گئی۔ شہزادی نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا تھا اور سیدھی جا کر اپنے بستر پر ڈھیر ہو گئی تھی۔ ایک پل کے لیے اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور...... آنکھوں کے سامنے آیا کالا اندھیرا ایک دم غائب ہو گیا۔ ایک یاد اس کی آنکھوں میں چلنے لگی۔

سرد ہوائیں...... پہاڑ...... برف...... پھول...... سیاہ بادل...... اس کا پیدل چلنا...... پہاڑ

پہ قدم رکھنا...... پہاڑ کی چوٹی تک جانا......اور......

اور اس نے آنکھیں کھول لیں۔ یاد غائب ہو چکی تھی۔ اب آنکھوں کے سامنے اس کا کمرہ تھا۔

''میں بھی ہر وقت کیا سوچتی رہتی ہوں؟ وہ ایک خواب ہی تو تھا۔'' اس نے سر جھٹکا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ موفل اپنی چھوٹی سی ٹوکری میں آرام فرما رہی تھی۔ سوفین نے اس کے کھانے کے برتن کو دیکھا جو خالی ہو چکا تھا۔ موفل نے اس پر بھی کوئی ردعمل نہیں دیا تھا۔ وہ آرام کرنے میں بہت شدت سے مصروف تھی۔

اس کے لیے کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا اسی لیے اس نے سائڈ میز پر رکھی کتاب اٹھا لی۔ وہ اسے پڑھنے لگی۔ وہ نساب کی ایک کتاب تھی۔ شہزادی ہونے کے باعث اسے عام انسانوں کی طرح اسکول جا کر پڑھنے کی اجازت نہیں تھی یا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ محل کے اصولوں میں یہ بات شامل نہیں تھی، اسی لیے شہر کا ایک قابل استاد اسے روزانہ محل میں پڑھانے آتا تھا۔ اس کی نساب کی کتابوں میں محل کی ایک مخصوص کتاب بھی شامل تھی جو محل کی تاریخ اور قواعد وضوابط کے بارے میں تھی۔ سب شہزادیوں کو یہ کتاب لازمی پڑھائی جاتی تھی۔

''سب کچھ عجیب ہے۔'' کافی دیر کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نے اکتاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور کتاب بند کر دی۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ اس کے کمرے میں اندھیرا بڑھ رہا تھا لیکن شہزادی نے فوراً سے لالٹین جلا دیا تھا۔ اتنے میں اسے سیڑھیوں پر آہٹ کی آواز آئی۔ اسے معلوم تھا کہ اب کوئی کنیز اسے

رات کے کھانے کے لیے بلانے آئی ہے۔اس کے لیے وہ پہلے سےہی تیار تھی۔آئینے میں اپنا عکس دیکھا اور پھر موفل کو۔وہ ہنوز محوِ آرام تھی۔اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔موفل کا پسندیدہ کام آرام کرنا ہی تھا۔

''آرام کرنا کون سی بری بات ہے؟'' جب بھی وہ موفل کے آرام کے حوالے سے سوچتی تھی تو اسے اپنے اندر سے یہ آواز آتی تھی۔وہ ہنس دیتی تھی۔واقعی،آرام کرنا کوئی بری بات نہیں ہے،ہاں اگر ضرورت سے بڑھ کر کیا جائے تو غلط ہے۔

حسبِ معمول دروازہ بجا اور سوفین نے اندر آنے کی اجازت دی۔اس نے آ کر کھانے کا پیغام دیا اور سوفین نے اسے جانے کا کہا۔اس نے جانے کے بعد وہ موفل کو پیار کرنے آئی مگر موفل نے سوائے کسمساہٹ کے اور کچھ نہ کیا۔لگتا تھا جیسے اس کا نیچے جانے کا من نہیں تھا۔سوفین مسکرادی اور پھر کمرے سے باہر چلی گئی۔دروازہ بند ہونے کے بعد موفل نے ایک آنکھ کھول کر دیکھا اور پھر سے آنکھ بند کر لی۔

☆☆☆☆☆

شاہی محل کے آسمان میں رات کے سائے پھیل گئے تھے۔شاہی خاندان کے کھانے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔اس سے قبل ہی خادمائیں اور کنیزیں کاموں میں لگ گئی تھیں۔شاہی باورچی خانے سے چھری کے ساتھ کھیلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔پانی کا نل برتن دھونے کے لیے کھولا گیا تھا۔شاہی باورچی شاہی خاندان کے لیے کھانا تیار کرنے میں مصروف تھا۔

''جلدی کرو۔بادشاہ کے آنے میں تھوڑا ہی وقت ہے۔شہزادی سوفین آ چکی ہیں اور باقی

سب بھی۔تم ......‘‘ ایک کنیز کو دیکھا تو بول پڑی۔ ’’تم جا کر دیکھو بادشاہ کدھر ہیں۔ اُف اُف تم لوگ کتنے کاہل ہو۔ سارے محل کا نظام مجھ اکیلی جان کے کندھوں پر ہے۔‘‘ وہ درمیانی عمر کی عورت تھی۔ جسامت میں پتلی تھی۔ چہرے پر سفیدی کے ساتھ ساتھ فکر ناچ رہی تھی۔ وہ ملکہ کی خاص کنیز ہونے کے ساتھ ساتھ پورے محل کی کنیزوں کی نگران بھی تھی۔ وہ ساری کنیزوں کے کام انہیں بتاتی تھی۔ اس کے علاوہ کنیزوں کے جو جو مسئلے مسائل ہوتے وہ، وہی حل کرتی تھی۔ ساری کنیزیں اس سے ڈر کر ہی رہتی تھیں کیونکہ اگر ڈیبرا (Debra) مادام کو غصہ آ گیا تو پھر کنیزوں کی خیر نہیں۔

شاہی باورچی خانہ کافی بڑا تھا۔ دروازے سے اندر داخل ہو تو سامنے ہی عین درمیان میں کافی لمبی اور چوڑی شیلف بنائی گئی تھی جس پر مختلف چیزیں پڑی تھیں۔ باورچی اسی پر سبزیاں کاٹ رہا تھا۔ دروازے کے سامنے بڑی بڑی کھڑکیاں تھیں جو باغ کا منظر دیکھنے میں مددگار ثابت ہوتی تھیں۔ بائیں طرف چولہے تھے اور دائیں طرف برتن دھونے کی جگہ۔ اس کے علاوہ بہت سے خانے بنائے گئے تھے جس میں ضرورت کی اشیاء سلیقے سے رکھی گئی تھیں۔ شاہی باورچی خاص تعلیم و تربیت کے بعد ہی محل میں آیا تھا۔ اسے شاہی خاندان کے لیے کھانا پکانا تھا۔ بادشاہ اور ملکہ کی پسند ناپسند اسے ازبر تھی۔ پہلے شاہی محل میں بادشاہ کی بہنیں بھی رہا کرتی تھیں مگر شادی کے بعد وہ اپنی اپنی ریاستوں میں چلی گئیں۔ ان کی شادیاں بھی شاہی خاندانوں میں ہی ہوئی تھیں۔

’’جی مادام۔‘‘ کنیز سر ہلاتی ہوئی فوراً باہر کی طرف بھاگی۔

''ہاں، کھانا تیار ہو گیا ہے؟'' ڈیبرا نے باورچی سے پوچھا۔

''بس تھوڑا سا رہ گیا ہے۔''

''جلدی کرو۔ میں نے آج پورے محل کا ایک چکر بھی لگانا ہے۔ دیکھوں تو سہی سب لوگ اپنا کام ٹھیک سے کر رہے ہیں یا مفت کی روٹیاں ہی توڑی جا رہی ہیں؟'' وہ بولتے بولتے رکی۔ ''یہ تم کیا ہماری باتیں سن رہی ہو؟ برتن دھونے پر دھیان لگاؤ اپنا۔ ہر وقت کام چوری۔ ہر وقت کام چوری۔ تم جانتی ہو ناں مجھے کام چوری سے......''

''کتنی محبت ہے۔'' باورچی نے نادانستگی میں جملہ مکمل کر لیا۔ ڈیبرا کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا اور اس کی انگارہ آنکھیں باورچی کو کچا چبانے کے خواب دیکھنے لگیں۔

''کتنی......محبت کرتے ہیں...... ہم آپ سے ڈیبرا مادام۔ آپ غصہ مت کریں۔ آرام سے بیٹھیں میں آپ کو تازہ آموں کا رس پلاتا ہوں۔ آپ کے آنے سے پہلے ہی میں نے بنایا تھا۔ بنایا تو ویسے......'' اپنا کام روک کر وہ ڈیبرا کے قریب آیا اور آواز دھیمی کر لی۔ ''بنایا تو بادشاہ کے لیے ہے لیکن آپ پی لیں۔ آپ بادشاہ سے زیادہ کام کرتی ہیں۔ رنگ دیکھیں اپنا، کتنا بدل گیا ہے۔ اچھی غذا کھایا کریں ورنہ نقصان ہوگا۔'' باورچی پورے دنوں کا چالاک انسان تھا۔ فوراً سے بات گول کر کے ڈیبرا کو کہانیوں میں الجھا دیا تھا۔ ڈیبرا اس کی بات بھول کر اپنے رنگ کی فکر میں لگ گئی جس پر ذرّہ برابر بھی فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ فوراً شیشے کے پاس گئی اور انگلیوں کے پوروں سے چہرا مس کرنے لگی۔

''ہائے۔'' ٹھنڈی آہ...... ''کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔ فرق تو پڑ گیا ہے میرے رنگ کو۔ لاؤ

یہ جوس مجھے دو۔میں پی لوں۔ بادشاہ سلامت کوتم اور بنا دینا۔میں اکیلی جان اتنا کام کرتی ہوں روزانہ۔پورا محل میں نے سنبھالا ہوا ہے۔لاؤ بھی......'' پہلے وہ فکرمندی سے بول رہی تھی جب بات اس کے رنگ کی تھی اور جب کاموں پر بات آئی تو ایک دم سے لہجہ بدل کر اکتاہٹ زدہ ہو گیا تھا۔

برتن دھوتی کنیز منہ پھیر کر ہنس دی۔ باورچی نے بھی بمشکل اپنی ہنسی قابو کر رکھی تھی۔اس نے فوراً ڈیبرا کو جوس پیش کیا جسے وہ گٹا گٹ پی گئی۔اس کے چہرے پر ایک دم اطمیان آ گیا تھا۔بےفکر چہرہ۔اب اسے شاہی خاندان کے کھانے کی فکر نہیں رہی تھی۔

''تم روز کیوں نہیں بنا دیتے مجھے ایسے جوس۔میرا بھی بھلا ہو جائے گا۔تمہاری تنخواہ بڑھانے کی بات کروں گی۔'' وہ خوش ہوگئی تھی۔ڈیبرا ایسی ہی تھی۔سب اس سے ڈرتے بھی تھے اوراس سے محبت بھی کرتے تھے۔وہ اس محل کی رونق تھی۔وہ جب بات کرتی تھی تو اس کی آواز قدرے بلند ہی ہوتی تھی یا شاید اسے یوں لگتا تھا کہ سامنے والا بندہ اس سے دو تین میل کے فاصلے پر ہے۔نہیں نہیں......اصل میں وہ اس محل کی نگران تھی اسی لیے،حکم دیتے ہوئے اس کی آواز بلند ہوتی گئی اور پھر جیسے یہ اس کی عادت ہی بن گئی۔ڈیبرا یہی وجہ پیش کرتی تھی۔

''ڈیبرا مادام۔بادشاہ سلامت آ گئے ہیں۔'' کنیز نے آ کر بتایا۔

''اف......تم نے مجھے باتوں میں لگا لیا۔وقت دیکھو اور اپنی رفتار دیکھو۔کاہل ہو ایک نمبر کے کاہل۔تنخواہ بڑھانے کی بجائے اب کم کرنے کی بات کروں گی اور دو تین ماہ کم تنخواہ ملے گی تو دیکھنا ہاتھ کیسے تمہاری زبان کی طرح تیز تیز چلیں گے۔'' وہ اپنے اصل رنگ میں واپس آ چکی

تھی۔

''کھانا تیار ہے، تیار ہے۔'' باورچی فوراً فکرمندی سے بولا۔ڈیبرا کا کچھ پتا بھی نہیں ہوتا۔

''ہاں ہاں۔اب تو ہونا ہی تھا۔چلو لڑکیوں، جلدی ٹرے لے کر پہنچو۔ بلکہ میں بھی جلدی چلتی ہوں تا کہ ان سب سے کچھ باتیں بھی کرلوں۔شاہی خاندان سے باتیں کرنا بہت اچھا......'' وہ بولتی ہوئی باورچی خانے سے باہر نکل گئی۔

ڈیبرا کے باہر جاتے ہی باورچی خانہ بلند قہقہوں سے گونج اٹھا۔

''ڈیبرا نہ ہوتی تو ہمارا کیا ہوتا؟''

''ہاں۔ہم نے بور ہی ہونا تھا۔'' کنیز نے جواب دیا۔

دونوں کنیزیں کھانا لے کر باہر چلی گئیں۔باورچی اکیلا رہ گیا تھا۔شاہی خاندان کے لیے بنائے کھانے میں سے اس نے کچھ اپنے لیے بھی رکھ لیا تھا۔کچن کے دروازے پر ایک نظر ڈالی اور جھٹ سے ڈھکی ہوئی پلیٹ باہر کی۔لذیذ کھانا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔

''سارا اچھا کھانا اگر شاہی خاندان ہی کھائے گا تو میرا کیا ہوگا؟ اتنے مزے مزے کے کھانے بنا کر دیتا ہوں انہیں۔تنخواہ کے علاوہ بھی میرا بہت حق ہے اس کھانے پر۔'' وہ خود سے کہتا گیا اور کھانے سے بھری پلیٹ آہستہ آہستہ خالی ہوتی گئی۔

☆☆☆☆☆

''باادب...... بادشاہ سلامت تشریف لا رہے ہیں۔'' دروازے پر کھڑے خادم نے بلند

آواز میں اعلان کیا۔اعلان سنتے ہی سب سیدھے ہو گئے۔کھانے کے میز کے گرد رکھی خوبصورتی سے تراشیدہ کرسیوں پر شاہی خاندان براجمان تھا۔فی الحال اس خاندان میں تین ہی لوگ شامل تھے۔شہزادی سوفین سربراہی کرسی کے دائیں طرف براجمان تھی اور اس کے عین سامنے والی کرسی پر وہ عورت......

کنیزیں کھانا چن رہی تھیں اور ڈیبرا وہاں ہر چیز کا خیال کر رہی تھی۔کسی چیز کی کمی نہ ہونے پائے۔اعلان ہونے تک اس نے ہر چیز کو بغور دیکھ لیا تھا۔یہ اس کا کام تھا۔نینی بھی اپنی چھڑی پر ہاتھ جمائے وہیں کھڑی تھیں۔ڈیبرا اور نینی کے درمیان کھانے کا میز حائل تھا۔میز کافی لمبی تھی۔خالص لکڑی کی میز کے کنارے گول تھے۔میز پر ایک سفید کپڑا اچھایا گیا تھا۔یہ کپڑا ایسے بچھا تھا کہ میز کے کونے اس سے ڈھکے نہ تھے۔کپڑے پر کروشیے کا کام کیا گیا تھا۔میز کے وسط میں ایک اسٹینڈ رکھا تھا جس پر تین موم بتیاں روشن تھیں۔اسی سے میز پر رکھا کھانا واضح نظر آ رہا تھا۔

بادشاہ سلامت اپنی تمام شان وشوکت کے ساتھ کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔ان کے اندر آتے ہی سب نے کھڑے ہو کر کورنش بجایا اور بادشاہ کے سربراہی کرسی سنبھالنے کے بعد سب نے سر اٹھا لیے۔سوفین اور وہ عورت کرسیوں پر بیٹھ گئی تھیں اور ڈیبرا کے ساتھ دو اور کنیزیں عقب میں کھڑی تھیں۔

”کیسی ہے میری شہزادی؟“ بادشاہ نے سوفین کی طرف محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔یہ ان دونوں کی آج کی پہلی ملاقات تھی اور آخری بھی۔

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں بابا؟“ اس نے بھی اسی محبت سے جواب

دیا۔بادشاہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ان کے پاس ہی بیٹھی وہ عورت ہر روز کی طرح آج بھی انہیں اسی طرح دیکھ رہی تھی۔

''تمہاری خالہ بتا رہی تھیں کہ تم نے اپنی سالگرہ کی تیاری شروع کر دی ہے۔اس بار کس رنگ کا انتخاب کیا ہے؟'' وہ بہت دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔سوفین اس کی اکلوتی اولاد جو تھی۔

''بادشاہ سلامت...... یہ باتیں تو ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں۔پہلے ہم کھانا کھا لیتے ہیں۔کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' تب سے خاموش بیٹھی سوفین کی خالہ نے اپنی سنجیدہ آواز کے ساتھ گفتگو میں حصہ لیا۔سوفین نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا جیسے وہ پوچھنا چاہ رہی ہو کہ اسے کوئی پریشانی ہے اگر وہ اپنے بابا سے بات کر رہی ہے تو؟

''کھانا دوبارہ بھی گرم کیا جا سکتا ہے۔'' بادشاہ کا انداز سادہ تھا لیکن سوفین اب کھانے سے اپنا دل اچاٹ ہوتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔اس کی اپنی خالہ سے کبھی نہیں بنی تھی کیونکہ وہ سخت مزاج تھی۔اس کی ماں کے بعد اس کی خالہ نے ہی محل کے معاملات سنبھالے تھے۔وہ سوفین کا خیال رکھتی تھی لیکن اس کے معاملات کافی سخت تھی۔وہ اس پر بادشاہ سے بھی زیادہ پابندیاں لگاتی تھی۔بعض اوقات تو جب وہ سوفین کو کبھی باغ میں بھی دیکھتی تھی تو اسے ڈانٹ کر واپس اس کے کمرے میں بھیج دیا کرتی تھی۔یوں جیسے اسے سوفین کی ہر بات سے اعتراض ہوتا تھا۔مینار کے اوپر والے کمرے میں رہنے کے حوالے سے بھی خالہ نے اعتراض کیا تھا لیکن سوفین نے اس بار سیدھا اپنے باپ سے بات کی تھی تب ہی اس کی خالہ نے خاموشی اختیار کی تھی۔دوسری طرف یہ محل کے اصولوں کے خلاف بھی تھا کہ کوئی شہزادی محل کا شاہی حصہ چھوڑ کر ایک مینار کے اوپر

والے کمرے میں رہے۔ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

''دوبارہ گرم کرنے سے کھانے میں وہ لذت نہیں رہے گی۔آپ سارا دن کام کرتے ہیں۔تھک جاتے ہیں اور اگر آپ کو باتوں میں الجھا کر ٹھنڈا کھانا دیا جائے تو یہ تو سراسر گستاخی ہے۔ایسے نہیں کرنا چاہیئے، کیوں سوفین......''اس نے سوفین کی طرف دیکھا اور آنکھوں میں طنز تھا۔''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟ آپ کے بابا دن بھر سلطنت کے امور میں مصروف رہتے ہیں۔پہلے کھانا......''

''اچھا اچھا بس کریں۔کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔''بادشاہ کو اس کا انداز عجیب سا لگا تو اس نے فوراً خالہ کی بات کاٹ دی۔

''جی بالکل، میں بھی کب سے یہی کہہ رہی ہوں۔''اس نے طنزیہ انداز میں سر کو جنبش دی۔سوفین کی آنکھوں میں دکھ کی لکیریں جھلک رہی تھیں۔

وہ کھانا کھانے لگے۔سوفین نے صرف باپ کو دکھانے کے لیے چند لقمے زہر مار کیے۔

''ڈیبرا......میرا کھانا تم دوبارہ گرم کرواؤ۔باتوں میں کھانا ہی ٹھنڈا ہو گیا ہے۔''اس نے ڈیبرا کو حکم دیا اور ڈیبرا فوراً اس کی طرف آئی۔پلیٹ اٹھا کر عقب میں کھڑی کنیز کو دی اور اسے جلدی آنے کی ہدایت بھی دی۔

بادشاہ نے اس کی اس حرکت کا کوئی جواب نہ دیا اور سوفین نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

''میں چلتی ہوں بابا۔مجھے نیند آ رہی ہے۔شب بخیر۔''وہ اٹھی اور کورنش بجا کر کمرے سے

چلی گئی۔ پورے محل میں صرف سوفین ہی تھی جو بادشاہ کی موجودگی میں اس سے اجازت مانگے بغیر بھی کہیں جاسکتی تھی۔ بادشاہ نے اسے یہ چھوٹ دی تھی۔ وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا۔

دروازہ بند ہونے کی آواز خالہ کو دل پر لگتی محسوس ہوئی۔اسے شدید ہتک کا احساس ہوا تھا۔وہ جانتی تھی کہ سوفین نے اس کی وجہ سے ہی ایسا کیا ہے۔دوسری طرف بادشاہ نے صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔وہ سوفین اور خالہ کے درمیان کشیدگی کو سمجھتا تھا لیکن اس نے کبھی بھی اس میں مداخلت نہیں کی تھی۔اسے لگتا تھا کہ سوفین اپنی ماں کو یاد کرتی ہے اسی وجہ سے وہ اپنی خالہ کے ساتھ ایسا رویہ رکھتی ہے۔اسے لگتا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن اور کتنا وقت......؟ سوفین کی ماں کو اس سے دور ہوئے تقریباً پندرہ برس بیت چکے تھے۔وہ اسے بہت یاد کرتا تھا اسی لیے دوسری باتوں پر وہ زیادہ دھیان نہیں دیتا تھا۔محل کے بیرون میں ہی اتنے مسائل ہوتے تھے۔

ڈیبرا نے جھکے سر کے ساتھ ہی یہ سارا ماجرا دیکھا۔"ہائے......اتنا اچھا کھانا چھوڑ کر چلی گئی شہزادی۔"اس نے دکھ بھری بڑبڑاہٹ کی۔ساتھ کھڑی کنیز نے اس کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی۔وہ دھیما سا ہنس دی۔ڈیبرا نے گھور کر اسے دیکھا اور نینی نے ڈیبرا کو۔

☆☆☆☆☆

سوفین کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔اس کی خالہ کئی بار اس سے اس انداز میں بات کر چکی تھی اور وہ کئی بار ایسے کھانے کو میز پر چھوڑ کر اپنے کمرے میں آئی تھی۔

دروازہ بند کرتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔وہ سارا راستہ اپنے آنسو

روکتی آئی تھی۔انسان کو بے سکونی کے بعد جب سکون کے لیے جگہ ملتی ہے تو اس کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں۔

وہ بستر تک آئی اور اوندھے منہ لیٹ گئی۔گھٹی گھٹی آواز میں وہ رو رہی تھی۔اس کمرے نے اس معصوم شہزادی کی بہت سی آہ وزاریاں اپنی دیواروں میں گم کردی تھیں۔

موفل کو اس نے کہیں نہیں دیکھا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر ایسے ہی روتی رہی۔اچانک دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھل گیا۔نینی اپنی چھڑی سنبھالتی اندر آئیں۔

''سوفین۔'' دروازہ بند کرنے کے بعد انہوں نے شہزادی کو پکارا۔وہ جب اس سے ایک ماں کی حیثیت سے ملتی تھیں تو شہزادی کے بجائے وہ اس کا نام لیتی تھیں۔سوفین کو شہزادی سے زیادہ یہ اچھا لگتا تھا۔

''سوفین،اٹھو میری بچی۔'' نینی نے بستر تک آ کر اسے کندھے سے ہلایا۔سوفین نے کوئی ردعمل نہ دیا۔ ''سوفین اٹھو۔'' وہ پھر بولیں اور کندھا ہلایا۔اس بار سوفین نے اٹھنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔وہ اپنے چہرے پر آئے بالوں کو سمیٹتی ہوئی سیدھی بیٹھ گئی۔

''نینی وہ ہر دفعہ ایسے کرتی ہیں۔مجھے ان سے نفرت ہے۔کیا میں اب اپنے بابا سے بھی بات نہیں کرسکتی؟'' وہ روتے ہوئے کہتی گئی۔نینی نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

''تم جانتی تو ہو انہیں،پھر کیوں اداس ہوتی ہو؟ان کا رویہ شروع سے ہی ایسا ہے سب کے ساتھ۔تم جانتی تو ہو۔ہم کیا کرسکتے ہیں میری بچی؟ہم کسی انسان کو اپنے مطابق تو بدل نہیں سکتے

کیونکہ ہر انسان ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔اس کی اپنی فطرت ہوتی ہے۔ہمیں بس لوگوں کے مختلف رویوں کے ساتھ سمجھوتے ہی کرنے پڑتے ہیں۔'' نینی ہمیشہ کی طرح اسے اپنی خالہ سے بدگمان ہونے سے بچارہی تھیں۔ وہ ہر بار ایسی ہی کوئی بات کیا کرتی تھیں تاکہ سوفین سمجھ جائے۔سوفین ابھی بچی تھی اسی لیے وہ نینی کی باتوں کو اچھی طرح نہیں سمجھ پاتی تھی۔اس نے زیادہ لوگوں سے میل جول نہیں رکھا تھا بلکہ اسے اجازت ہی نہیں تھی۔محل میں ہی گنے چنے بندوں سے وہ بات کرتی تھی۔ایسے میں وہ نینی کی ایسی باتوں کو سمجھ نہ پاتی تھی۔اسے یہی لگتا تھا کہ ساری دنیا کے لوگ اچھے ہیں۔وہ حقیقت سے بے خبر تھی۔

''آپ کے پاس ہر بار ہی ایسی باتیں کہاں سے آتی ہیں نینی؟'' سوفین نے نینی سے الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''میری زندگی کے تجربات تم سے زیادہ ہیں سوفین۔'' وہ مسکرا کر کہنے لگیں۔''میں تمہارے لیے کھانا لائی ہوں۔اب کھانے سے انکار نہیں کرنا۔'' نینی نے بات کا موضوع بدلا۔''لڑکیوں، اندر آجاؤ۔'' نینی نے بلند آواز میں کہا تو کنیزیں دروازہ کھول کر اندر آگئیں۔ہاتھوں میں کھانے کے تھال تھے۔

سوفین جانتی تھی کہ نینی اوپر ضرور آئیں گی۔وہ اسے بھوکا نہیں سونے دیں گی۔ایسا پہلے بھی کئی بار ہو چکا تھا۔وہ جانتی تھی کہ نینی اس سے کتنی محبت کرتی ہیں۔صرف ان کی خوشی کے لیے وہ کھانے کے لیے راضی ہو گئی تھی۔

''موفل کہاں ہے؟'' سوفین کو چانک کمرے میں موفل کی غیر موجودگی کا خیال آیا۔

''اپنے پیچھے دیکھو۔'' نینی نے بستر کی پچھلی دیوار میں بنی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا جہاں موفل تھی۔حسبِ معمول وہ زور وشور سے آرام کرنے کی مہم پر تھی۔

''میں نے آتے ہی اسے دیکھ لیا تھا۔کیسی بے وفا بلی ہے تمہاری۔تم رو رہی ہو اور یہ آرام کر رہی ہے۔'' نینی کو شاید موفل ناپسند تھی اسی لیے وہ ایسا کہہ رہی تھیں۔

''نہیں نینی، موفل ایسی نہیں ہے۔'' شہزادی نے ہنس کر کہا اور موفل کے آرام میں مخل ہونے لگی۔موفل نے میاؤں کیا لیکن وہ شہزادی کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔لگتا تھا جیسے اس کی نیند پوری ہو گئی تھی۔

''چھوڑو اسے اور کھانا کھاؤ۔'' نینی نے اکتاہٹ سے کہا تھا۔

کنیزوں نے کھانا سامنے بستر پر ہی چن دیا تھا۔سوفین کھانا کھانے لگی۔موفل اس کی گود سے نکل کر کرسی پر جا بیٹھی۔

''آپ کو موفل نہیں پسند؟'' سوفین نے کھانا کھاتے ہوئے نینی سے سوال کیا۔

''مجھے جانور نہیں پسند۔'' نینی کا انداز ہنوز اکتاہٹ زدہ ہی تھا۔سوفین نے ہنس کر سر جھٹکا اور کھانا کھانے لگی۔جب اس نے کھا لیا تو کنیزوں نے فوراً برتن اٹھا لیے اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔

''آپ اوپر نہ آیا کریں نینی میری وجہ سے۔مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' سوفین نے کہا۔اس کے انداز میں ندامت کا عنصر تھا۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ نینی اس کی وجہ سے مشکل میں آئیں۔اس عمر میں اتنی سیڑھیاں چڑھ کر آنا آسان نہ تھا۔

''پر مجھے اچھا لگتا ہے۔ چلو اب سو جاؤ۔ میں کھڑکیاں بند کر دیتی ہوں۔ ویسے اب تمہیں چاہیئے کہ نیچے سویا کرو۔ بادشاہ کو تمہاری فکر لگی رہتی کہ تم اوپر اکیلی سوتی ہو۔ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے۔'' نینی نے فکرمندی سے کہا۔

''پر مجھے......''

''تمہارے بابا پریشان ہو جاتے ہیں سوفین۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔'' نینی سمجھانے لگیں۔ سامنے کی کھڑکی انہوں نے بند کر دی تھی۔

سوفین نے کندھے جھکا دیے۔ ''اچھا ٹھیک ہے۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔''

''کیسی شرط؟''

''آپ مجھے ایک کہانی سنائیں گی۔'' سوفین نے فرمائش کی۔

نینی ہنسنے لگیں۔ ''سوفین اب تم کوئی بچی نہیں ہو جو ایسے کہانی سے دل بہلاؤ۔ مجھے جتنی کہانیاں آتی تھیں میں تمہیں سنا چکی ہوں۔'' نینی اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

''مجھے پتا ہے میں بچی نہیں ہوں لیکن آج میرا بہت دل کر رہا ہے نینی۔ آج آپ مجھے کہانی سنائیں گی ورنہ میں نیچے نہیں جاؤں گی۔'' وہ بضد تھی۔

نینی نے کندھے ڈھلکائے۔ وہ خفا نظر آ رہی تھیں۔ ''کبھی کبھی تم واقعی بچوں کی طرح ضد کرتی ہو۔''

''آپ اور بابا جیسے بڑے ہوں تو کبھی کبھی بچہ بن جانا کوئی بری بات نہیں۔'' وہ ہنسنے لگی تو نینی کی خفگی بھی ہوا ہوئی۔

’’تم جیتی، میں ہاری۔اب نیچے چلو۔میں اسی کمرے میں جا کر تمہیں کہانی سناؤں گی۔‘‘

’’ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ ساری کہانیاں مجھے سنا چکی ہیں۔‘‘ سوفین کھلکھلا کر ہنس دی۔ نینی نے مامتا بھری نظروں سے اسے دیکھا اور مسکرا دیں۔سوفین نے نینی کی بات پکڑ لی تھی۔’’مجھے اچھی طرح پتا ہے آپ کو ابھی بھی بہت کہانیاں آتی ہیں۔نہیں بھی آتیں تو اپنے سے ہی کوئی سنا دیا کریں۔‘‘ وہ بیڈ سے اٹھ گئی۔نینی نے کوئی جواب نہ دیا۔

’’موفل بھی ساتھ جائے گی۔موفل، اٹھو۔اٹھو جلدی۔اب ہم نیچے جا رہے ہیں۔آج سے ہم نیچے ہی سویا کریں گے۔‘‘ سوفین نے موفل کو اپنی گود میں اٹھایا۔موفل نے ایک دو ہاتھ مارے اور آوازیں نکالیں لیکن پھر وہ خاموش ہو گئی۔بیگم صاحبہ کے آرام میں ایک بار پھر خلل ڈالا گیا تھا۔

سوفین نے ایک ہاتھ سے موفل کو پکڑا تھا اور دوسرے میں اس کا بستر۔

’’یہ ٹوکری مجھے پکڑا دو۔‘‘ نینی نے اکتاہٹ زدہ لہجے میں کہا۔انہیں جانور تو پسند ہی نہیں تھے لیکن موفل سے انہیں کچھ خاص چڑ تھی۔سوفین نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔اس کے بعد نینی باہر آئیں اور آنے سے پہلے وہ کمرے میں روشن واحد لالٹین بجھا چکی تھیں۔

وہ دونوں گول زینے اترنے لگیں۔

گول زینے......گول دنیا......

☆☆☆☆☆

''ڈیبرا......ڈیبرا دروازہ کھولو؟''

محل کے شاہی حصے میں موجود شہزادی سوفین کا کمرہ کافی دنوں سے بند پڑا تھا۔ نینی کو اس بات کا خیال بعد میں آیا۔ ان کے ذہن میں تھا کہ کمرے کی صفائی روزانہ ہوتی ہے۔ وہ سوفین کو لے کر سیدھا اس کمرے میں چلی گئیں۔ دروازہ کھولتے ہی انہیں اس کا احساس ہوا کہ کمرہ کافی دنوں سے بند ہے۔ ہوا کا گزر نہ ہونے کی وجہ سے وہاں ایک عجیب سی بو گردش کر رہی تھی۔ نینی نے سوفین کو اندر جانے سے روکا اور اس سے معذرت کی۔ سوفین کو فوری طور پر شاہی مہمان خانے میں بیٹھنے کو کہا اور خود کسی خادمہ کو بلانے چلی گئیں۔ ڈیبرا کی نااہلی کا خیال آیا تو غصے کے عالم میں سیدھا اس کے کمرے کا رخ کیا۔ راستے میں کوئی خاص بندہ نہیں تھا۔ محل کا سب سے خاص بندہ تو نینی خود تھیں جو سارے امور سنبھالتی تھیں۔ ان کے بعد ڈیبرا کا نمبر تھا۔ ڈیبرا کے کمرے کے باہر انہیں ایک کنیز چلتی دکھائی دی۔

''لڑکی، ڈیبرا کو کہیں دیکھا ہے؟'' نینی کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔ کنیز کی تو انہیں دیکھتے ہی جان نکل رہی تھی۔

''ڈیب......ڈیبرا کون؟ اوہ اچھا، ڈیبرا مادام......نہیں نینی وہ مجھے تو کہیں نظر نہیں آئیں۔'' وہ ڈرے ڈرے لہجے میں بولی۔

''تو تم اتنی رات کو کہاں ٹہل رہی ہو؟ وقت نہیں دیکھا تم نے؟'' نینی نے غصے سے پوچھا۔

''نینی......وہ......میں......''

''دروازہ بجاؤ اس کمرے کا۔ سارے کے سارے ہی نکمے ہیں۔'' نینی نے اس کی بات

نہیں سنی تھی۔کنیز نے فوراً زور زور سے دروازے پر دستک شروع کر دی۔

''دروازہ کھولو ڈیبرا۔'' نینی نے غصے سے اپنی چھڑی کو زمین پر مارا۔

اندر کمرے میں موجود بڑے سے بستر پر بے سدھ لیٹی ڈیبرا مادام کی اچانک آنکھ کھلی۔وہ محل کا لباس بدل چکی تھی۔اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔آنکھوں میں نیند ٹھاٹھیں مار رہی تھی۔نینی کی آواز نے اسے گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔وہ فوراً اٹھی اور دروازے کی طرف لپکی۔اسے اتنا خیال نہ آیا کہ اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹ ہی لے۔

''ڈیبرا......'' ایک اور آواز......اور اس بار ڈیبرا مادام نے دروازہ کھول دیا تھا۔

''ج......ج......جی۔جی نینی۔'' وہ سنبھلتے ہوئے بولی۔

''مجھے لگتا ہے تم یہ عہدہ سنبھالنے کے لائق نہیں رہی ہو۔آج میں نے تمہاری کام چوری دیکھ لی ہے۔'' نینی اس پر برس پڑیں۔''آج تمہاری وجہ سے مجھے بہت شرمندگی اٹھانی پڑی ہے ڈیبرا۔کل سے اپنا استعفیٰ لکھ کر مجھے دے دینا۔تم مزید کام نہیں کر سکتی میں نے دیکھ لیا ہے۔'' چھڑی زمین پر ماری تو ڈیبرا ایک بار کانپ گئی۔پیچھے کھڑی کنیز چپ چاپ یہ سارا منظر دیکھنے لگی۔اس کی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔اب کل یہ بات وہ سب کو مرچ مصالحہ لگا کر سنائے گی۔

''نینی، کیا کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے۔'' وہ ڈرتے ہوئے بولی۔ہاتھوں کو آپس میں پکڑ رکھا تھا۔نظریں جھکی اور کندھے ڈھلکے ہوئے تھے۔

''غلطی...... مجھے اتنی شرمندگی ہوئی۔میں نے اتنے سال اس محل کی خدمت کی ہے اور آج تک میں نے کسی کو شکایت کا ایک بھی موقع نہیں دیا۔میں نے تم پر اعتبار کر کے بہت بڑی

غلطی کردی ڈیبرا۔'' نینی کا غصہ کسی طور بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔

''نینی آپ بات پر روشنی ڈالیں۔'' ڈیبرا نے جھکے سر سے پوچھا۔ وہ نینی کی آنکھوں میں دیکھنے کی غلطی نہیں کرسکتی تھی۔ اب ایک اور غلطی نہیں......

''شہزادی سوفین کا نیچے والا کمرہ کیا روز صاف نہیں ہوتا؟ آج ان کا دل کیا اس کمرے میں سونے کا اور تمہاری نااہلی کی وجہ سے وہ مہمان خانے میں بیٹھی انتظار کررہی ہیں کہ کب ان کا کمرہ صاف کیا جائے اور وہ اپنے کمرے میں جائیں۔'' نینی نے کہا۔ ''تم اگر روز اس کمرے کی صفائی کرواتی تو مجھے ان کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔''

''لیکن نینی......''

''لیکن کیا ڈیبرا؟ یہی کہ وہ اوپر سوتی ہیں تو اسی لیے؟ تمہاری ذمہ داری ہے محل کا سارا حصہ اور خاص طور پر شاہی حصہ اپنی نگرانی میں صاف کروانا۔ اس حصے میں کوئی مسئلہ نہ ہونے پائے۔ یہ ذمہ داری نبھائی ہے تم نے اپنی؟'' بوڑھی ہونے کے باوجود نینی کی آواز میں رعب برقرار تھا۔

''معاف کیجیے گا نینی۔ میں نے کنیزوں کو......''

''اپنی غلطی کسی دوسرے کے سر پر نہ ڈالو۔ کیا میں اب شہزادی کو یہ کہتی کہ میں نے ڈیبرا کو کہا تھا؟ تمہیں چاہیے تھا خود جا کر روزانہ دیکھا کرو۔ اب کھڑی کیوں ہو؟ باہر نکلو اور وہ کمرہ صاف کرواؤ۔ بادشاہ سلامت کو پتا چلا تو کل تمہاری لاش لٹکی ہوگی شہر میں۔'' نینی کی بات پر ڈیبرا کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

''خدا کے لیے نینی۔ مجھے معاف کردیں۔ بادشاہ کو مت بتانا۔میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔'' وہ فوراً نینی کے پیروں میں گر کر منت سماجت کرنے لگی۔عقب میں کھڑی کنیز نے بمشکل اپنی ہنسی روکی ورنہ ڈیبرا والی حالت اس کی بھی ہو جانی تھی۔ڈیبرا کو اپنی جان سے زیادہ اپنے کنوارے پن کی فکر تھی شاید۔

''اٹھو۔شہزادی انتظار کر رہی ہیں۔'' نینی دو قدم پیچھے ہٹیں۔ڈیبرا نے رونے کی اداکاری کرتے ہوئے سر ہلایا۔''اور ہاں......اس حلیے میں شہزادی کے سامنے مت آنا۔اور تم......'' نینی کو ایک دم کنیز کا خیال آیا تو اس کی طرف مڑیں۔ڈیبرا کو دیکھتی کنیز کو ایک دم ہوش آیا۔وہ مؤدب سی سر جھکائے کھڑی ہوگئی۔

''تم کیا کھڑی کھڑی ادھر تماشا دیکھ رہی ہو۔جا کر صفائی والے عملے کو اٹھاؤ۔مجھے فوراً وہ کمرہ صاف چاہیے۔'' نینی نے اپنی چھڑی زمین پر ماری اور تن فن کرتی چلی گئیں۔

ڈیبرا اٹھی اور ایک نظر کنیز کو دیکھا۔''مجھے تمہارا چہرہ اچھی طرح سے یاد ہے۔تمہیں ہی میں نے کہا تھا شہزادی سوفین کے کمرے کو صاف کرواؤ۔تم نے نہیں کروایا اور تمہاری وجہ سے مجھے نینی سے بے عزتی کروانی پڑی۔تم ذرا مجھے بعد میں ملو۔میں تمہیں بتاتی ہوں۔بچو گی نہیں تم میرے ہاتھ سے......'' ڈیبرا نے سارا ملبہ اس بے قصور کنیز پر ڈال دیا تھا۔ڈیبرا نے تو اسے پہلی بار دیکھا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ ڈیبرا کی بے عزتی کے بارے میں ایک ایک بات وہ اب کنیزوں میں مشہور کر دے گی،اسی لیے اس نے کنیز پر رعب جھاڑنے کے لیے ایسے کہا۔

''ڈیبرا مادام یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔میں تو ابھی کل ہی محل میں آئی......''

’’زبان نہیں چلاؤ میرے سامنے۔ جا کر صفائی والے عملے کو اٹھاؤ۔ سنا نہیں تم نے؟ بہری ہوگئی ہو؟ جاؤ بھی......‘‘ ڈیبرا غصے سے بولی۔ کنیز کی ساری ہنسی اب اس کی جان لینے کو تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ ڈیبرا نے اپنے بال سمیٹے۔

’’چھوٹی سی شہزادی ہے۔ نینی تو ایسے ڈر رہی تھیں جیسے پتا نہیں کوئی بلا ہو۔ ویسے بھی ساری غلطی شہزادی کی ہی ہے۔ انہیں کم از کم مجھے پہلے بتا دینا چاہئے تھا کہ آج میں نے نیچے سونا ہے۔ عجیب......‘‘ وہ سر جھٹک کر بولی۔ ’’چپ کرو ڈیبرا۔ اگر کسی نے سن لیا تو تمہاری خیر نہیں۔ ویسے بھی شہزادی وہ ہیں، تم نہیں۔‘‘ وہ سر پر ہاتھ مارتی کمرے میں چلی گئی۔ جلدی جلدی اپنا حلیہ درست کیا اور شہزادی سوفین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆

نینی نے اپنی نگرانی میں سارا کمرہ صاف کروایا۔ اس دوران سوفین موفل کے ساتھ مہمان خانے میں ہی تھی۔ اسے اس بات سے کچھ خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ ایسی نہیں تھی۔

’’کوئی بات نہیں ڈیبرا بھول گئی ہوگی۔‘‘۔ اس نے نینی کو یہ جواب دیا تھا۔

’’سوفین آپ ایک شہزادی ہیں۔ ڈیبرا بھول کیسے سکتی ہے یہ؟‘‘ نینی نے اسے ایک بار پھر یاد کروایا۔

وہ چپ چاپ اس کمرے کو دیکھنے لگی۔ وہ اس کمرے میں پہلی بار آئی تھی۔ سوفین کو احساس ہوا کہ اس نے محل کا کافی حصہ آج تک نہیں دیکھا۔ وہ سوچنے لگ گئی کہ ایسا کیوں ہوا؟

’’تم ایک شہزادی ہو۔ تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہو، اچھا، برا یا عجیب۔ تم نے خود کو یہی کہنا

ہے کہ ایسا اسی لیے ہوا کیونکہ میں ایک شہزادی ہوں۔'' اسے پھر سے اپنے اندر سے آواز آتی محسوس ہوئی۔ اس نے موفل کی پیٹھ پر ہار پھیرا۔ وہ اداس تھی۔

''سمجھ نہیں آتا۔ کہنے کو میں ایک شہزادی ہوں لیکن میں ایک قیدی سے کم نہیں۔'' اس کے اندر کی آواز اسے یہ کہہ رہی تھی۔

اسی وقت نینی نے دروازہ کھولا۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

''شہزادی آپ آجائیں۔ کمرہ تیار ہے۔'' نینی نے اپنے غصے پر قابو پالیا تھا۔ کمرہ صاف کرتے سمے وہ سب کو ٹھیک ٹھاک باتیں سنا چکی تھیں۔

''اور کہانی؟'' سوفین نے معصومیت سے پوچھا۔

''وہ بھی......''

نینی بھی مسکرادیں۔

☆☆☆☆☆

شہزادی کا کمرہ اس کی شان کے عین مطابق تھا۔ بڑا سا بستر اور اس کے چاروں کونوں پر کھڑے ستون، جن پہ پردے لٹک رہے تھے۔ سامنے بالکونی پر جانے کا راستہ تھا جہاں سے شہر کا اچھا منظر دکھائی دیتا تھا۔ چار کرسیاں اور ایک طرف رکھا میز بھی موجود تھا۔ دیوار کے ساتھ الماری تھی جہاں شہزادی کے لباس رکھے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک دیوار پر ڈبوں کی صورت شیلف بنایا گیا تھا جس میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس کمرے میں ایک چھوٹا سا کمرہ اور بھی تھا جہاں کچھ سامان رکھا گیا تھا۔ ایسا کمرہ ہر شاہی کمرے میں تھا۔

شہزادی کافی دنوں بعد اس کمرے میں آئی تھی۔ وہ بستر پر لیٹ چکی تھی اور نینی اس کے پاس ہی تھیں۔ موفل کو اسی ٹوکری کے سپرد کر دیا گیا تھا اور ٹوکری بستر کے ساتھ ہی زمین پر پڑی تھی۔ شہزادی نے بہت کہا کہ وہ بیڈ پر ہی سو جائے گی لیکن نینی نہ مانیں۔

''چلیں شروع کریں۔'' وہ کہانی سننے کے لیے بالکل تیار تھی۔

''سالوں پہلے آسمان میں چاند گرہن لگا تھا۔ اس گرہن کے بعد جب اگلے دن چاند کو دیکھا تو چاند پورا نہ تھا۔ اس کا کچھ حصہ ٹوٹ چکا تھا۔ سب حیران رہ گئے کہ چاند کا ایک ٹکڑا کہاں گیا؟ کسی کو بھی یہ پتا نہ چل سکا۔ پھر ایک دن......اس زمین پر ایک آدمی آیا۔ اس نے سب کو بتایا کہ چاند کا وہ ٹکڑا ٹوٹ کر کہاں گرا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ اس زمین سے کوسوں دور، ایک جہان آباد ہے۔ جہاں وہ ٹکڑا گرا تھا۔ وہاں لوگ رہتے تھے اور وہ بھی وہیں سے آیا ہے۔ ایک دن چاند کا وہ ٹکڑا ان کی زمین پر جا گرا۔ ان کی ساری فصل جل گئی اور پھر جب لوگوں نے اس حصے کو دیکھا تو وہاں زمین میں بہت بڑا گھڑا بن گیا تھا۔ اس گھڑے میں ایک آسمانی رنگ کا پھول کھلا تھا اور اس پھول کے نر حصے (stamen) میں چاند کی سی چمک تھی۔ وہ سمجھے جیسے چاند گر کر اس پھول میں جزب ہو گیا ہے۔ اس بستی میں ایک بندہ ہمت کر کے اس پھول کے پاس گیا تو پھول کے اندر سے روشنی نکلی۔ اس روشنی میں پھول کی پتیاں بھی اوپر کو اٹھتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس آدمی نے اس روشنی کو چھوا تو اس نے اپنے اندر طلسمی طاقت محسوس کی۔ پھول نے اسے جادو کرنے کی صلاحیت دے دی تھی۔ پھر اس نے یہ جادو بستی میں کچھ لوگوں کو سکھایا۔ وہ آدمی بھی اس دنیا میں اسی جادو سے آیا تھا۔ بستی میں موجود چند جادوگروں نے اس جادو کا غلط استعمال کرنا شروع کر

دیا۔ وہ اس سے آگ جلاتے اور لوگوں کو تنگ کرتے تھے۔ پھر ایک دن......''

کہانی سناتی نینی نے ایک نظر سوفین کو دیکھا۔ لالٹین کی زرد روشنی میں سوفین سو چکی تھی۔ نینی مسکرادیں۔ سوفین نے آج تک پوری کہانی نہیں سنی تھی۔ وہ ہمیشہ کہانی کے درمیان میں ہی سو جایا کرتی تھی پھر اگلے دن وہ کہانی کا اگلہ حصہ سنتی تھی۔

''اچھا ہوا سو گئی۔ مجھے تو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا میں کیا بولوں؟ جو منہ میں آرہا تھا بولتی جا رہی تھی۔ بھلا ایسا بھی کہیں ہوا ہے؟'' نینی نے نفی میں سر جھٹکا۔

سوفین کا کمبل درست کر کے وہ کمرے سے باہر چلی گئی تھیں۔

موفل نے دروازے کی آواز پر ایک آنکھ کھول کر دیکھا۔ نینی کمرے سے جا چکی تھیں۔ موفل نے آنکھ بند کر لی۔

''اگر نینی کو موفل پسند نہیں تو موفل کو بھی نینی پسند نہیں۔'' موفل کا انداز اس بات کی عکاسی کرتا تھا۔ وہ کوئی عام بلی نہیں تھی۔ وہ شاہی خاندان کی بلی تھی۔ جس حساب سے وہ عیش کرتی تھی، چھوٹی موٹی شہزادی تو وہ بھی تھی۔

☆☆☆☆☆

اس کی آنکھیں کھل گئی تھی۔ سالوں کی نیند سے جاگ آ گئی تھی۔

آنکھیں......خون کی مانند......

جسم ......کسی رات کی مانند......

غرّاہٹ......کسی طوفان کی مانند......

وجود تھا...... کہ آفت......

☆☆☆☆☆

سنہری صبح نے اپنی خوبصورتی کو سارے عالم میں بکھیر دیا تھا۔ باغوں میں کھلے پھولوں پر پڑی اوس دھوپ سے چمک اٹھی تھی۔ پرندوں نے سورج کو آتا دیکھ کر اس کو خوش آمدید کہا اور اسی خوشی میں گیت گانے لگے۔ان کے گیتوں نے سارے جہان میں چاشنی سی بکھیر دی تھی۔ہلکی ہلکی ہوا نے درختوں کی ٹہنیوں پر لگے پتوں سمیت اس جہان میں بسنے والے انسانوں کی نیندوں کو بھی اڑا دیا تھا۔سب جاگ چکے تو دن کے کاموں کا آغاز ہو چکا تھا۔شہر میں زندگی چلنے لگی۔ دوکانوں پر کاریگروں کے اوزاروں کی ٹھک ٹھک...... باروچی خانوں میں برتنوں کی کھڑاک......گلیوں چوباروں میں بچوں کی گونجتی ہنسیاں......بگھیوں کے آگے بندھے گھوڑوں کی ہنہناہٹ......اور پرندوں کے گیت......صبح کو سلام کر رہے تھے۔ ہر دن ایسے ہی طلوع ہوتا تھا۔

نیول (Navel) ریاست کے شاہی محل میں جب سورج کی کرنوں نے قدم رکھا تو اس وقت بھی کافی لوگ جاگ رہے تھے۔ کچھ خادم سورج نکلنے سے قبل ہی اپنے ذمہ سونپے کاموں میں لگ جاتے تھے۔ کچھ ایسے تھے جو ساری رات سوتے ہی نہ تھے۔ کچھ کے لیے ابھی دن نہیں چڑھا تھا لیکن شاہی حصے میں موجود خادموں کی صبح ہو گئی تھی۔ وہ شاہی خاندان کی خدمت میں ابھی سے لگ گئے تھے۔ بادشاہ، شہزادی اور اس کی خالہ کے اٹھنے سے قبل ہی ان کے لیے ناشتہ اور دوسری ضرورت کی چیزیں تیار ہونی چاہئیں تا کہ انہیں انتظار نہ کرنا پڑے۔

ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے باورچی خانے میں دن چڑھتا تھا کیونکہ سب سے پہلا کام ناشتہ کرنا اور بنانا ہی ہوتا تھا۔شاہی باورچی نے اپنا پیٹ بھر لیا تھا اور اب وہ شاہی خاندان کے لیے ناشتہ بنانے میں مصروف تھا۔ساتھ ساتھ وہ ابھی بھی اپنے لیے کچھ چیزیں پلیٹ میں نکال کر رکھ رہا تھا جسے وہ بعد میں کھائے گا۔باورچی خانے میں اس وقت ایک کنیز کے علاوہ اور کوئی نہ تھا جو اس کی کھانا بنانے میں مدد کر رہی تھی۔

''حد ہوتی ہے کام چوری کی۔'' ڈیبرا کی آواز باورچی خانے میں اس کے داخل ہونے سے پہلے ہی آ گئی تھی۔

''دن چڑھ گیا ہے۔'' باورچی نے خود کلامی کی۔

ڈیبرا تن فن کرتی اندر آئی۔''لڑکی...... پانی کا گلاس ملے گا یا میں آج پیاسی ہی رہوں گی؟'' اس نے کنیز سے کہا۔انداز میں وہی اکتاہٹ اور افراتفری تھی۔تلخی کی ہلکی سی آمیزش بھی تھی۔وہ قدرے تیز بولتی تھی۔ ہر وقت فکر میں ہی رہتی تھی۔اس کا انداز ہی ایسا تھا۔

''خیریت تو ہے ڈیبرا مادام؟ صبح صبح کس کی شامت آ گئی ہے؟'' باورچی نے ٹوہ لینے والے انداز میں پوچھا۔کنیز سمجھ چکی تھی کہ اب باورچی ڈیبرا کو تنگ کرنے لگا ہے اسی لیے وہ ہلکا سا ہنس دی۔ڈیبرا کے لیے پانی کا انتظام کیا جا چکا تھا۔

''کیسے خیر ہو سکتی ہے جب سارے ملازم ہی کام چور ہوں گے۔کل رات مجھے شہزادی سوفین کے سامنے اتنا بے عزت ہونا پڑا۔ نینی مجھ پر برس پڑی تھیں کل رات کو ہی۔میں نے نیند قربان کر کے کام کیے ہیں اس محل کے لیے۔لاؤ دے بھی دو پانی اب۔'' ڈیبرا نے کنیز کو دیکھا

جو خاموش کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔کنیز نے فوراً پانی کا گلاس آگے بڑھایا جسے ڈیبرا نے ایک ہی سانس میں پی لیا تھا۔

''ارے ارے آرام سے۔'' ڈیبرا کو جلد بازی میں پانی پیتا دیکھ کر باورچی نے کہا۔

پانی پینے کے بعد ڈیبرا کو کچھ سکون ملا۔''ان نکموں سے کہتی ہوں روزانہ صفائی کیا کریں پر یہ تو کسی کام کی نہیں ہیں۔شہزادی سوفین کا کمرہ صاف نہیں کیا تھا۔رات سب کی پریڈ لگوائی پھر نینی نے۔''

''بہت نکمے ہیں سب۔بس ایک آپ ہی ہیں جس نے سارا نظام سنبھالا ہوا ہے۔'' باورچی چاپلوسی پر اتر آیا۔کنیز ہنس دی۔

''اور نہیں تو کیا۔ایک دن میں نے ان کا کام نہیں دیکھا تو مجھے کتنا نقصان ہوا۔نینی اس قدر غصے میں تھیں کہ کیا بتاؤں۔مجھے استعفیٰ دینے کا کہہ رہی تھیں۔میں اکیلی جان اب اس محل کے علاوہ کہاں جاؤں گی؟'' ڈیبرا کو دکھ نے آن گھیرا۔

''نینی کا غصہ بہت جان لیوا ہوتا ہے۔اچھا بھلا بندہ ان کے پیروں میں پڑ کر معافی مانگنے لگ جاتا ہے۔'' باورچی نے کہا۔

''صحیح کہا......میں نے......'' ڈیبرا بولتے بولتے رک گئی۔اسے باورچی کی بات پر حیرت ہوئی کہ کیا اسے کل رات کے بارے میں پتا چل چکا تھا کہ ڈیبرا نینی کے پیر پڑ گئی تھی؟ پر کیسے؟ اوہ......تو اس کنیز نے رات میں ہی ساری باتیں محل میں پھیلا دی تھیں۔ڈیبرا اسے آج نہیں چھوڑے گی۔

’’میں آتی ہوں ذرا۔ مجھے ضروری کام یاد آ گیا ہے۔تم جلدی سے ناشتہ تیار کرو۔‘‘ ڈیبرا کا غصہ بڑھ گیا تھا۔ وہ اسی غصے کے عالم میں باورچی خانے سے نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی باورچی اور اس کنیز کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا۔

’’ڈیبرا کو ضروری کام سے ایک لڑکی کو سزا دینی ہے۔‘‘ باورچی نے ایک اور قہقہہ لگایا۔

’’نہ تنگ کیا کریں ڈیبرا کو۔ وہ بیچاری بہت اچھی ہے۔‘‘ کنیز نے ہنستے ہوئے کہا۔

’’ہاں اچھی بھی ہے اور معصوم بھی، لیکن مجھے اسے تنگ کر کے مزہ آتا ہے۔‘‘ کنیز اور وہ ایک بار پھر ہنسنے لگے۔

’’اب اس لڑکی کی خیر نہیں۔‘‘ کنیز نے تبصرہ کیا۔

’’بالکل۔ ڈیبرا اب نینی کا غصہ اس پر نکالے گی۔ چلو اب باتیں بند کرو اور ناشتہ تیار کرو۔ یہ نہ ہو کہ اس لڑکی کی طرح ڈیبرا ہمیں بھی غصہ نکالنے کے لیے استعمال کر لے۔‘‘ باورچی کو ناشتے کا خیال آیا تو بول اٹھا۔ کنیز جلدی سے برتن سجانے لگی۔

’’تھوڑا سا میرے لیے بھی رکھ لیں۔‘‘ کنیز نے عام سے انداز میں باورچی کو کہا۔ باورچی کو حیرت ہوئی کہ کیا کنیز نے اسے شاہی کھانے پر ہاتھ صاف کرتے دیکھ لیا ہے؟ وہ کچھ نہ بولا ورنہ بات بڑھ جاتی۔ چپ چاپ دوسری پلیٹ میں کھانا چوری کرنے لگا۔ کوئی کام چور تھا تو کوئی کھانا چور......

☆☆☆☆☆

پردوں سے چھن کر آتی دھوپ نے سوفین کو آنکھیں میچنے پر اکسا دیا تھا۔ وہ کچھ دیر ایسے ہی

لیٹی رہی لیکن اب اس کی نیند کھل چکی تھی۔تھوڑی دیر بعد موفل کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں۔ کمرے میں موجود صبح کی تازہ روشنی نے اسے صبح بخیر کہا۔کمبل کو پیچھے ہٹاتی وہ اٹھ بیٹھی۔ گہرے بھورے بالوں کو گول مول کر کے جوڑے میں قید کیا۔ بڑی بڑی آنکھوں کا رنگ سیاہ تھا۔کم عمری کی معصومیت ظاہر کرتے چہرے کی رنگت سفید تھی۔قدم مناسب تھا جتنا عام پندرہ سولہ سال کی کسی لڑکی کا ہوتا ہے۔

اتنے میں موفل آوازیں نکالتی اس کے پیروں کے پاس آئی۔سوفین نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر موفل چھلانگ لگا کر اس کی گود میں آ بیٹھی۔میاؤں میاؤں کی آوازیں نکال کر وہ جیسے سوفین کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

''تمہیں بھی گڈ مارننگ موفل۔'' شہزادی کو لگتا تھا جیسے موفل کی میاؤں میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے۔انسان فطری طور پر پالتو جانوروں سے باتیں بھی کرنے لگ جاتا جیسے اسے یقین ہو کہ وہ سب سمجھ رہے ہیں۔

''چلو وہاں چلتے ہیں موفل۔'' بستر سے اٹھ کر وہ سیدھ میں چلتی بالکونی تک آ گئی۔بالکونی چھوٹی نہ تھی۔اسے مہتابی (ٹیرس) کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔موفل اب اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔وہاں رکھے دیوان پر وہ بیٹھ گئی اور اوپر کھلے آسمان کو دیکھا جہاں صبح کی تازگی میں ابھی تک فرق نہیں آیا تھا۔نیچے کی طرف سے اسے کچھ آوازیں آ رہی تھیں۔وہ اٹھ کر دیوار تک گئی اور نیچے دیکھا۔گھوڑوں کے پیچھے سامان لاد کر محل کے اندر لایا جا رہا تھا۔شاید یہ اس کی سالگرہ کے لیے ہی آیا ہو؟

''ہر سال کا یہ دن مجھے بالکل پسند نہیں۔'' وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی اور گہری سانس خارج کی۔

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ فوراً واپس کمرے میں گئی۔ روز یہی ہوتا تھا کہ صبح اس کو نینی آ کر اٹھاتی تھیں یا سب سے پہلے وہ نینی کو ہی دیکھتی تھی۔ آج بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تھا لیکن توقع کے خلاف آج وہاں نینی نہیں بلکہ اس کی خالہ تھیں۔ سوفین کو انہیں یہاں دیکھ کر حیرت کا جھٹکا ہی لگا تھا۔

''صبح بخیر شہزادی۔'' کالے بالوں کو جوڑے میں قید کیے اور اس پر خوبصورت آرائشی ٹکڑا لگائے، سر پر تاج سجائے، اپنی گردن کو فخر سے اکڑائے، آنکھوں میں کسی کو زیر کرنے کی چمک اور چہرے پر سفید رنگت کے ساتھ سنجیدہ مسکراہٹ سجائے وہ عورت ملکہ ہی لگ رہی تھی۔ وہ ملکہ ہی تو تھی۔ بادشاہ کی بیوی کے مرنے کے بعد بادشاہ نے اس سے شادی کر لی تھی۔

''آپ یہاں۔'' سوفین نے حیرت سے سوال کیا۔

''کیا میں نہیں آ سکتی؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے کبھی آپ کو ادھر نہیں دیکھا اسی لیے حیرت ہوئی۔'' سوفین کو اس کے آنے کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ ''آئیں بیٹھیں۔''

وہ خاموشی سے چلتی ہوئی کرسی پر آ بیٹھی۔ سوفین نے بھی اس کے سامنے والی کرسی سنبھال لی تھی۔ موفل منظر سے غائب تھی۔ اسے شاید اب ملکہ بھی ناپسند تھی۔

''میں نے سوچا کہ تمہیں تمہاری سالگرہ کا تحفہ دے دوں۔'' ملکہ نے بات شروع کی۔ سوفین کو

حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔

''پر میری سالگرہ میں تو ابھی کچھ دن باقی ہیں۔''

''میں چاہتی ہوں کہ میں پہلے ہی اپنا تحفہ دے دوں۔ تمہیں یاد رہے کہ پہلا تحفہ تمہیں میں نے دیا تھا۔'' چہرے پر مسکراہٹ اسی طرح تھی۔ آج وہاں کوئی سختی نہیں تھی۔ سوفین اس کے انداز دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی جا رہی تھی۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

''بہت......شکریہ......'' وہ روانی میں نہ بول پائی۔

''یہ دیکھو۔'' ملکہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی پوٹلی اپنی گود میں رکھی۔ سوفین کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ پوٹلی کی گرہ کھولی اور اندر سے ایک ہار نکالا۔ وہ سونے کی چین تھی اور درمیان میں ایک گول صورت سبز پتھر جڑا ہوا تھا۔ پتھر کو پتوں کی بنی لڑی کے اندر محفوظ کیا گیا تھا جو اس ہار کی خوبصورتی اور قیمت میں اضافہ کر رہی تھی۔ اس پتھر میں ایسی چمک تھی جو سوفین نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی حالانکہ اس کے پاس ایسے بہت سے چمکتے پتھروں والے ہار تھے۔

''یہ تمہارے لیے۔ یہ تمہاری ماں کا ہے۔ میں نے اتنے سال اسے سنبھال کر رکھا ہے اور اب میں چاہتی ہوں کہ یہ تم لے لو۔ تمہیں پسند آیا؟'' ملکہ نے پوچھا۔ اس کی نظریں سوفین پر تھیں جبکہ سوفین اس سبز پتھر اور آدھے چاند کو دیکھتی جا رہی تھی۔ وہ جیسے اس میں کھو سی گئی تھی۔ ایک پل کے لیے وہ یہ بھول گئی تھی کہ اس کے پاس اس کی خالہ بیٹھی ہے۔ اسی پل میں اس کی سماعت بھی جیسے متاثر ہوئی تھی۔ وہ ہار اس کی توجہ پوری طرح سے اپنی طرف کر چکا تھا۔

''تمہیں پسند آیا سوفین؟'' ملکہ نے اس بار ذرا بلند آواز میں پوچھا تو سوفین اس ایک لمحے

کے سحر سے واپس آئی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا ہوا تھا۔

''ہاں...... ہاں جی...... یہ بہت خوبصورت ہے۔ کیا یہ واقعی مام کا ہے؟'' اس نے نظریں پتھر سے پھیر کر ملکہ پر جما لی تھیں۔

''بالکل۔ میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گی میری بچی؟'' ایک اور حیرت کا جھٹکا۔ کیا یہ اس کی خالہ نے ہی کہا تھا؟ اسے کہا تھا؟ وہ یہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

آج کا دن الگ تھا۔

''تم اسے اپنے گلے میں آج سے ہی پہن لو۔ یہ تم پر بہت سوٹ کرے گا۔ اب میں چلتی ہوں۔ کنیزوں کو بھیجتی ہوں۔ وہ تمہیں تمہارے کپڑے دے دیں۔ تیار ہو کر آ جاؤ۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھی تو سوفین بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہار ابھی تک ملکہ کے پاس ہی تھا۔

''یہ لو۔'' اس نے ہار سوفین کی طرف بڑھایا۔

سوفین ایک قدم آگے بڑھی اور ہار اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ ''یہ...... یہ بہت خوبصورت ہے۔'' وہ تعریف کیے بنا رہ نہ سکی۔ اس نے اسے چھوا۔ ایک پل کے لیے وہ پھر سے اس کی خوبصورت چمک میں کھو گئی تھی۔ جیسے ایک پل کو وقت تھم گیا ہو۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

''ہاں، بالکل تمہاری طرح۔'' ملکہ نے اس کے گال پر اپنا ہاتھ رکھا اور آنکھوں میں سنجیدگی کے بجائے محبت بھر کر اسے دیکھا۔ سوفین اسے دیکھ کر رہ گئی۔ پہلے پتھر کا سحر اور اب ملکہ کی آنکھوں میں محبت......

آج کچھ الگ دن تھا۔

وہ کچھ بول نہ سکی۔ ملکہ اپنا شاہی لباس سیدھا کرتی وہاں سے چلی گئی۔ سوفین بت بنی اسے جاتا دیکھتی رہی۔ یہ سب ابھی کیا ہوا تھا؟ اس نے کبھی ایسی توقع بھی نہیں رکھی تھی۔

دروازہ دوبارہ بجا تو اس بار نینی اندر آئیں۔ ساتھ میں کنیزیں بھی تھیں جنہوں نے شہزادی کا شاہی لباس اور کچھ سامان تھام رکھا تھا۔

"صبح بخیر شہزادی۔"

سوفین نینی کو فوراً جواب نہ دے سکی۔

آج کچھ الگ تھا۔

☆☆☆☆☆

بادشاہ کے جاگنے سے قبل ہی اس کی دوسری بیوی سوفین سے مل آئی تھی۔ عام طور پر بھی بادشاہ ان سے کچھ دیر بعد ہی اٹھتا تھا۔ ملکہ جب سوفین سے مل کر واپس آئی تو دروازہ کھلنے کی آواز سے بادشاہ کی نیند کھل گئی۔ ملکہ نے اسے نہ دیکھا اور فوراً اپنی الماری کی طرف بڑھ گئی۔ الماری کا دروازہ کھلنے کی آواز سے بادشاہ کی آنکھیں کھلیں۔ اب دن چڑھ گیا تھا۔ مزید سوئے رہنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ جیسے ہی وہ اٹھ کر جوتا پہننے لگا تو ملکہ نے پلٹ کر دیکھا۔

"صبح بخیر بادشاہ سلامت۔" ملکہ نے کورنش بجایا۔ بادشاہ نے سر کو ہلکی سی جنبش دی تو وہ سیدھی ہوئی۔ "میں خادم کو بلا کر لاتی ہوں۔" وہ فوراً دروازے کی طرف بڑھی اور خادموں کو اندر آنے کا حکم دیا۔ تین خادم ہاتھوں میں سامان اور بادشاہ کا لباس تھامے اندر آئے۔ بادشاہ نے

منہ ہاتھ دھوئے۔ خادموں نے لباس ٹانک دیا۔

''ناشتہ تیار ہے؟ ڈیبرا کو بولو تیار رکھے ہم آرہے ہیں۔'' ملکہ نے سوال کیا۔

''میں پتا کرتا ہوں ملکہ۔ ڈیبرا مادام اپنے کمرے میں ہیں۔'' خادم نے جھکے سر کے ساتھ جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ جا سکتے ہو۔'' ملکہ کے جواب پر وہ دونوں الٹے قدموں کمرے سے باہر نکل گئے۔ جاتے جاتے دروازہ بند کرنے ہی لگے تھے کہ کسی نے روک لیا۔ وہ دونوں چلے گئے اور دروازہ ہلکا سا کھلا رہا۔ ملکہ یا بادشاہ نے اس پر دھیان نہیں دیا تھا۔ باہر کھڑے ہو کر اندر کا سارا منظر بآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔

کمرے میں ایک طرف پردہ تھا جس کے عقب میں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ وہ جیسے سٹور روم تھا۔ وہاں شیلف بنے تھے اور ان پر سامان تھا۔ بادشاہ نے شاہی لباس وہیں تبدیل کیا تھا۔ جب وہ باہر آیا تو ملکہ نے ہاتھ میں اس کا جبّہ (گاؤن) پکڑ رکھا تھا۔ وہ قدآدم آئینے کے سامنے کھڑی بادشاہ کا انتظار کر رہی تھی۔

''آپ جانتے ہیں اب محل میں شہزادی سوفین کی سالگرہ کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ آج بھی کچھ سامان محل میں آیا ہے۔ شہزادی سولہ برس کی ہونے جا رہی ہیں۔'' بادشاہ کو جبّہ پہناتے وقت اس نے کہا۔ بادشاہ نے گہری سانس لی۔

''ہاں، ابھی کل کی ہی بات لگتی ہے جب وہ میری گود میں آئی تھی۔ آج سولہ برس بیت چکے ہیں۔ اس دن میں اور اس کی ماں......''

''میں سوچ رہی تھی کچھ۔'' اس نے بادشاہ کی بات کاٹی۔ جب بھی وہ سوفین کی ماں کا ذکر کرتا تھا تو وہ ایسے ہی کرتی تھی۔ بے شک وہ اس کی سگی بہن تھی لیکن اسے پھر بھی اس کا ذکر اچھا نہیں لگتا تھا۔ بادشاہ یہ بات جانتا تھا لیکن وہ بھی مجبور تھا۔ وہ اس سے کبھی اس بات پر بحث بھی نہیں کرتا تھا۔ اسے سوفین کی ماں سے آج تک ویسی ہی محبت تھی۔ وہ جیسے آج بھی اس کا انتظار کرتا تھا۔ وہ آج بھی اس کی یاد میں گھنٹوں یوں ہی بیٹھا رہتا تھا۔

☆☆☆☆☆

آئینے میں وہ اپنا آپ صاف اور مکمل دیکھ سکتی تھی۔ وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھی تھی۔ عقب میں دونوں طرف ایک ایک کنیز تھی۔ اس کے ہلکے بھورے بالوں کو کنپٹی سے کھینچ کر چوٹی کی صورت دونوں طرف سے سر کے پچھلے حصے کی طرف لے گئیں۔ وہیں سے اکٹھا کر کے وہیں پن لگا دی۔ باقی بال لہروں کی طرح اس کی کمر پر بکھر گئے۔ نینی نے پھولوں والی ایک پِن دائیں طرف سر پر لگا دی۔ وہ مسکرا اٹھی۔ اس نے اپنی ماں کا نیکلیس نینی کو دیا تو نینی نے وہ بھی اسے پہنا دیا۔ سبز پتھر اس کی گردن پر بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ سوفین نے اسے ہاتھ لگایا۔ وہ اپنی ماں کی یہ نشانی دیکھ کر خوش ہوئی تھی۔ اس نے کبھی اپنی ماں کو نہیں دیکھا تھا۔ کسی کے پاس اس کی تصویر نہ تھی یا اگر تھی بھی تو کسی نے اسے نہیں دکھائی تھی۔

اس نے پیلے رنگ کا لباس زیبِ تن کر رکھا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں پر کلائیوں سے کچھ اوپر تک سفید جالی دار دستانے پہنا کرتی تھی۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ اسے ایسے ہی پسند تھا۔ ان دستانوں سے اس کی انگلیاں باہر تھیں یعنی ہتھیلی کے پچھلے حصے اور کلائیوں پر جالی تھی۔ اسے یہ

دستانے پسند تھے۔ وہ کبھی انہیں نہیں اتارتی تھی۔

''میں بابا سے مل کر آتی ہوں۔'' تیار ہونے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ نینی سمیت باقی کنیزوں نے بھی کمرہ خالی کر دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

''کیا؟'' بادشاہ کا رخ اب اس کی طرف تھا۔

''میں نے اپنے بھائی کو خط لکھا ہے۔ میں نے اسے سوفین کی سالگرہ پر مدعو کیا ہے۔'' اس نے بات شروع کی۔

''اچھی بات ہے۔'' بادشاہ نے تبصرہ کیا۔ اسے اس میں دلچسپی نہ تھی۔

''اس کے ساتھ اس کا بیٹا ایوان (Evan) بھی آئے گا۔ میں سوچ رہی تھی اگر ہم سوفین اور کیوان کی منگنی کر دیں اور سالگرہ کے روز ہی اس بات کا اعلان کر دیں تو؟'' تو وہ اب سوفین سے بھی جان چھڑوانا چاہتی تھی؟ وہ ایسی ہی تھی۔ جو بھی اسے ناپسند ہوتا...... وہ فوراً اس سے جان چھڑوانے کا موقع تلاش کرتی رہتی اور جیسے ہی اسے موقع ملتا وہ اپنا مقصد پورا کر لیتی۔ سالوں پہلے اس نے اپنے ایک دشمن کو بھی ایسے ہی ختم کیا تھا...... اس کا دشمن ختم ہو چکا تھا...... لیکن...... اس دشمن کے خاندان والے اس کی کمی آج تک پوری نہیں کر پائے تھے......

''میرے خیال سے سوفین ابھی اس سب کے لیے بہت چھوٹی ہے۔'' بادشاہ نے کہا۔ وہ اتنی جلدی سوفین کی نسبت کہیں طے نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''آج نہیں تو کل یہ سب کرنا ہی پڑے گا۔ کیوان اچھا لڑکا ہے۔ پھر وہ اکلوتا بیٹا ہے۔ تخت

کا وارث ہے وہ۔'' ملکہ نے دلیل پیش کی۔ بادشاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''تم اب اپنے بھائی سے اتنی نفرت کرتی ہو کہ تم اس کی موت کی باتیں کر رہی ہو؟'' وہ اس کی بے حسی پر حیران ہوا تھا۔

''میں اتنی بری نہیں ہوں۔ میں نے سوفین کے فائدے کے لیے ایسے کہا ہے۔ مجھ سے زیادہ میرے بھائی سے کوئی محبت نہیں کرتا۔ وہ میرا اکلوتا بھائی ہے۔'' اسے برا لگا تھا۔ اس نے بات تو غلط ہی کی تھی لیکن اس کا مقصد اس کی موت نہ تھا۔

''اور......''

''میں سوچ کر تمہیں بتاؤں گا۔'' بادشاہ نے اس کی بات کاٹی۔ وہ اپنا لباس ٹھیک کرتا باہر جانے لگا۔

کھلے ہوئے دروازے سے ایک آنکھ نظر آتی تھی لیکن بادشاہ نے اسے نہ دیکھا۔ وہ آنکھ بادشاہ کو دروازے کی طرف آتا دیکھ کر فوراً بھاگ گئی۔ محافظ کے علاوہ کسی نے بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔

دروازہ کھلا...... بادشاہ باہر آیا...... اس نے دائیں طرف راہداری میں دیکھا...... کوئی دائیں طرف موڑ مڑا تھا...... اس کے کپڑے پیلے رنگ کے تھے...... بادشاہ کو دکھ ہوا...... اسے یہاں نہیں ہونا چاہئے تھا...... اسے یہ باتیں نہیں سننی چاہئے تھیں......

وہ سوفین تھی......

☆☆☆☆☆

''ڈیبرا مادام معاف کر دیں مجھے۔ میں دوبارہ ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گی۔''

ڈیبرا نے اس کنیز کو پکڑ لیا تھا جس نے کل رات کی بات پورے محل میں پھیلا دی تھی۔ پہلے ڈیبرا نے اسے صفائی نہ کرنے کی سزا سنائی تھی لیکن باورچی کی بات سن کر اس کنیز کی سزا میں دس گنا اضافہ ہو چکا تھا۔ اس نے خادموں کے ذریعے اسے اپنے کمرے میں بلایا۔ خادم نے دروازہ مقفل کر دیا تو ڈیبرا نے اپنے عقب میں کھڑی دو کنیزوں کو حکم دیا کہ اسے پچاس درّے لگائے جائیں۔ ایک درّے لگانے لگی تو دوسری نے لڑکی کو پکڑ رکھا تھا۔ ڈیبرا کے حکم پر بھی عمل کیا جاتا تھا۔

وہ روتے ہوئے ڈیبرا کی منت سماجت کر رہی تھی لیکن ڈیبرا کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔

''ابھی تو بیس ہوئے ہیں۔ میں تمہیں سبق سکھانا چاہتی ہوں کہ کیسے نمک مرچ لگا کر باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ کیا ہوا اگر میں نینی کے پیر پڑ گئی تھی؟ وہ بڑی ہیں مجھ سے۔ میں ایسا کر سکتی ہوں۔ تمہیں بھی میرے پیر پڑنا چاہیے۔ میں یہ ہرگز برداشت نہیں کروں گی کہ کوئی میرے بارے میں ایسی باتیں کرے۔ میں اس محل کا ایک بہت ہی مضبوط ستون ہوں۔ میں اگر نہ ہوتی تو تم لوگوں کا یہ حال نہ ہوتا۔ میں نے ہی تم لوگوں کو بہت سی مصیبتوں سے بچایا ہوا ہے۔ نینی اگر میری جگہ ہوتیں تو میں دیکھتی تم ایسی حرکت کے بعد سانس کیسے لے رہی ہوتی۔'' ڈیبرا کی آواز بلند تھی۔ کنیز کے رونے کی آواز زیادہ تھی۔

''مارو اسے اور......'' اس نے حکم دیا۔ کنیز نے ایک اور درّہ اسے مارا۔ لڑکی تڑپنے لگی اور معافی کی بھیک مانگنے لگی۔

''دکھاؤ ذرا ایک میں بھی ماروں۔'' اس نے کنیز کے ہاتھ سے چھڑی لی۔اس کے لیے وہ بالکل تیار تھی۔ڈیبرا اس سے ایک قدم سائڈ پر کھڑی ہوئی۔چھڑی کو مضبوطی سے پکڑا اور جیسے ہی وہ اسے مارنے لگی تو اس کا پاؤں اس کے لمبے لباس میں اڑا اور وہ نیچے گر گئی۔سب نے بے ساختی منہ پر ہاتھ رکھے۔کوئی بھی فوراً اس کی مدد کو آگے نہ بڑھا۔

''ہائے......ہائے میں مر گئی۔ستیاناس ہو تم سب کا۔کوئی مجھے اٹھاؤ تو صحیح...... ہائے......ہائے میرا بازو......ہائے میری پسلی ٹوٹ گئی......ہائے......اٹھاؤ بھی مجھے......'' وہ پا پنے لگی تھی۔ایک کنیز فوراً اسے اٹھانے کو بڑھی۔دوسری نے بھی اس کی مدد کی اور ڈیبرا کو اس کے بستر پر لٹایا۔درّے کھانے والی کنیز کو بھاگنے کا موقع مل گیا تھا۔وہ ایک بھی لمحہ ضائع کیے بنا لڑکھڑاتی ہوئی کمرے سے بھاگ گئی تھی۔

''ہائے......ہائے میری پسلی......کھڑی کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو؟ طبیبہ کو بلا کر لاؤ......ہائے......'' وہ اپنی پسلیوں کو دبا رہی تھی۔''میرا بازو دباؤ......ادھر بھی لگی ہے۔'' اس نے کہا۔

ایک کنیز بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔دوسری نے فوراً ڈیبرا کا بازو پکڑ لیا۔محل میں پھیلانے کے لیے ایک اور خبر مل گئی تھی۔ڈیبرا مادام ایک بار پھر گر پڑی تھیں۔انہیں زمین پر گرنے کا بہت شوق تھا۔کبھی کسی کے پاؤں آگے ہوتے تھے اور کبھی ان کی پسلی ٹوٹ جاتی تھی۔

''میں کچھ مدد کروں ڈیبرا مادام؟'' دروازے کے پاس کھڑے خادم نے پوچھا۔

''میں سیلاب متاثرین میں سے ہوں جو مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی؟

ہائے......ہائے میری پسلی گئی...... اسے کہو...... اے لڑکی...... اسے کہو دفع ہو جائے ادھر سے......مجھ میں ہمت نہیں ہے ورنہ میں اسے بتاتی......ہائے......'' وہ بولی۔ وہ جب گری تھی تو پسلی کے نیچے چھڑی آ گئی تھی جس کی وجہ سے درد بڑھ رہا تھا۔ خیر آنسو اس کی آنکھ میں ایک بھی نہ تھا لیکن اس کے ماتم کے سے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپاہج ہوگئی ہو۔

کنیز نے آنکھوں ہی آنکھوں میں خادم کو یہاں سے بھاگنے کا کہہ دیا تھا۔ وہ چپ چاپ مڑ گیا لیکن مڑ کر اس نے اپنی قابو کی ہوئی ہنسی کو چہرے پر سجا لیا تھا۔

کنیز اس کا بازو دبانے لگی۔ ڈیبرا کی ہائے ہائے سن کر وہ بھی اپنی ہنسی قابو میں کر رہی تھی۔ جب بہت مشکل ہوتا تو وہ اپنے منہ کو اپنے بازو میں دبا کر بے آواز ہنس دیتی۔ ہنسی روکنا مشکل ہی تو تھا۔

''طبیبہ کو بلا دو۔ کاہلوں......نکموں......''

ڈیبرا مادام کے دیے گئے القابات......

☆☆☆☆☆

شاہی خاندان کے تین لوگ ناشتے کی میز پر موجود تھے۔ سوفین خاموش بیٹھی تھی۔ اس نے بابا سے آج کھانے سے پہلے ہی بات کر لی تھی ورنہ پھر اس کی خالہ اسے ٹوکتی تو وہ کھانا کھائے بغیر ہی اٹھ جاتی۔ کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔

''ڈیبرا نظر نہیں آ رہی۔'' ملکہ نے کنیز سے پوچھا۔

''وہ ڈیبرا مادام گر گئی تھیں اپنے کمرے میں۔ انہیں چوٹ لگی ہے۔'' اس نے بتایا۔

’’ایک تو ڈیبرا کا گرنا پتا نہیں کب ختم ہوگا۔‘‘ ملکہ نے تلخ لہجے میں کہا۔ ’’کیسی طبیعت ہے اس کی؟‘‘

’’ٹھیک ہی ہیں۔ زیادہ چوٹ نہیں لگی لیکن وہ بس......‘‘

’’اچھا ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہوتی ہے تو اس سے کہنا مجھ سے آ کر ملے۔‘‘

’’جو حکم ملکہ۔‘‘ کنیز نے ادب سے کہا۔ ملکہ......

کھانا کھا کر سوفین مینار والے کمرے میں آ گئی۔ کنیز موفل کو اٹھا کر کمرے تک چھوڑ گئی تھی۔ وہ بستر کے سامنے والی کھڑکی کے آگے بنی چھوٹی سی جگہ میں بیٹھ گئی۔ موفل اس کے سامنے ہی تھی۔

’’اب وہ میری شادی کر کے مجھے یہاں سے بھیجنا چاہتی ہے۔ اسے مجھ سے اتنی نفرت کیوں ہے؟ وہ میری ماں کی سگی بہن ہے لیکن پھر بھی......‘‘ وہ پھر خود سے باتیں کرنے لگی تھی۔ ساتھ ساتھ کھڑکی سے نظر آتے شہر کو بھی دیکھتی رہی جہاں ہل چل تھی مگر اس کی زندگی تو ٹھہری ہوئی تھی۔ منجمد......

’’میری زندگی میں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔‘‘ وہ شہر کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ اسے یہاں سے باہر کی دنیا کبھی دکھائی ہی نہیں گئی تھی۔ اس نے نیول ریاست کو کبھی نہیں دیکھا تھا سوائے اس کھڑکی کے۔ وہ شہر کے لوگوں سے کبھی نہیں ملی تھی۔

تھک ہار کر وہ اپنے بستر پر آئی اور سوچوں کا یہی سلسلہ اب بستر پر بیٹھ کر شروع ہوا تھا۔

’’بے چاری شہزادی......‘‘

کسی نے اس سے کہا تھا۔

سوفین نے کچھ دیر آرام کیا تو اتنے میں سورج نے آدھا راستہ پار کر لیا تھا۔ دھوپ بڑھ گئی تھی اور تپش میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ کمرہ بلندی پر ہونے کی وجہ سے وہاں ہوا کا گزر زیادہ ہوتا تھا لیکن آج دھوپ جیت گئی تھی۔ سوفین کو پسینہ آنے لگا۔ وہ بستر سے اٹھی اور پیچھے والی کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔ اس کمرے میں اس کا پسندیدہ مشغلہ کھڑکیوں سے باہر جھانکنا ہی تھا۔ ایسے وہ زندگی کو چلتا پھرتا محسوس کرتی تھی۔ اپنی نہیں......تو کم از کم لوگوں کی ہی......

کھڑکی سے محل کا باغ نظر آتا تھا۔ اس کے پیچھے جنگل تھا۔ جنگل زیادہ گہرا نہیں تھا بس کچھ حصے میں درخت بہت زیادہ تھے اور کچھ حصے میں کم۔ وہ رات کے وقت موفل کے ساتھ اسی کھڑکی کے سامنے بیٹھتی تھی۔ کل نینی کی وجہ سے وہ نہ بیٹھ سکی لیکن آج اس نے پھر سے یہ عمل دہرانے کا ارادہ کیا تھا۔ اسے خاموش جنگل کو دیکھ کر اچھا لگتا۔ کبھی اسے ہل چل اچھی لگتی تھی اور کبھی خاموشی۔ وہ سمجھ نہیں پاتی تھی کہ وہ ایسی کیوں ہے؟

''کیونکہ میں ایک شہزادی ہوں۔'' وہ خود پر طنز کیا کرتی تھی۔ اکیلا پن انسان کو عجیب بنا دیتا ہے۔ اسے کبھی خاموشی سے محبت کروا دیتا ہے اور کبھی زندگی سے نفرت۔ کبھی خاموشی اسے کاٹنے کو دوڑتی ہے تو کبھی زندگی اسے خوش گوار دن کی طرح لگتی ہے۔

''وہ آ گیا۔'' وہ ایک دم پر جوش ہو کر بولی۔ اس نے باغ میں کسی کو آتے دیکھا۔ وہ کب سے اسی کا تو انتظار کر رہی تھی۔ اس محل کے باہر سے آئی ایک امید...... ایک دوست......اوک......اس کا نام اوک (Oak) تھا۔

موفل نے اسے خوش ہوتے دیکھا اور پھر اسے باہر کی طرف جاتے۔ اس نے میاؤں کی آواز نکالی لیکن سوفین نے کوئی جواب نہ دیا۔ موفل کو دکھ ہوا تھا۔ وہ چپ چاپ اپنی ٹوکری میں بیٹھ گئی۔ اس کی ٹوکری......اس کا آرام......

سوفین جلد بازی میں دروازہ کھلا چھوڑ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

مینار کے ساتھ ہی شروع ہوتی شاہی محل کی چار دیواری میں سب سے خوبصورت حصہ شاہی باغ تھا۔ شاہی باغ ایسے حصے میں تھا جو شاہی خاندان کے سب کمروں میں سے نظر آتا تھا۔ خاص بادشاہ کے کمرے سے شاہی باغ میں جانے کا راستہ بالکل سیدھا تھا۔ بالکونی کے دائیں طرف سے چار پانچ سیڑھیاں نیچے اتر کر سامنے ہی باغ تھا۔

باغ کی دیکھ بھال کے لیے شہر کا سب سے اچھا مالی مقرر کیا گیا تھا۔ باغ مربع صورت تھا اور کافی بڑا تھا۔ چاروں طرف کیاریوں میں پودے لگائے گئے تھے۔ یہ کیاریاں کافی چوڑی تھیں۔ طرح طرح کے پھولوں سے ان کیاروں میں خوبصورتی کا عنصر دوچند ہو رہا تھا۔ باغ کے چاروں کناروں پر اندر آنے کے لیے دروازے بنائے گئے تھے۔ لوہے کی دو سلاخیں جو اوپر سے گول تھیں، زمین میں جڑی ہوئی تھیں۔ اس دو سلاخوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا جن پر رنگ برنگے پھولوں والی بیلیں گول گول لپیٹی گئی تھیں۔ باغ کی خوبصورتی مالی کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ باقی سارا حصہ سبز گھاس کے قالین سے ڈھکا ہوا تھا۔ کیاریوں کے آگے سیمنٹ کے بینچ بنائے گئے تھے۔ ایسے اور بھی بینچ کچھ فاصلے پر تھے لیکن باغ کے وسط میں، کیاریوں کے آگے

ایک خاص جگہ شاہی خاندان کے بیٹھنے کے لیے بنائی گئی تھی۔اس حصے میں آمنے سامنے سیمنٹ کے چار بنچ رکھے تھے۔ یہ حصہ لکڑی کی بہت بڑی اوراونچی چھتری کے نیچے تھا۔اس حصے کی زمین پر گھاس نہیں تھی بلکہ سفید اینٹیں بچھائی گئی تھیں۔اینٹوں میں کہیں کہیں سے گھاس باہر آرہی تھی۔

دوپہر بیت چکی تھی اسی لیے سورج کی کرنوں میں تپش نہ تھی۔کیاریوں میں لگے پھولوں پر سورج کی روشنی سنہرارنگ پھیررہی تھی۔تتلیاں پھولوں پر بیٹھ کرسورج کی کرنوں میں چھپا سکون اپنے اندر جذب کررہی تھیں۔

شہزادی نے مینار سے باہر قدم رکھا تو وہاں دو کنیزیں پہلے سے ہی موجود تھیں۔شہزادی سوفین کو دیکھ کر کورنش بجایا اوراس سے دوقدم پیچھے رہ کر باغ میں آئیں۔سوفین نے اِدھراُدھر دیکھا۔اس کی نگاہیں اوک کوتلاش کررہی تھیں۔وہ کافی دنوں بعدآیا تھا۔

’’تم دونوں جاسکتی ہو۔مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو میں بلالوں گی۔‘‘ ننی کے سکھائے ہوئے رعب دارانداز میں اس نے کنیزوں کو حکم دیا۔وہ سر جھکائے باغ سے باہرایک طرف کھڑی ہوگئیں۔

سوفین چندقدم آگے آئی۔

’’اوک......‘‘اس نے اوک کوآوازدی۔

’’شہزادی......‘‘پودوں میں چھپااوک ایک دم سامنے آیا۔سوفین اسے دیکھ کرمسکرائی اوروہ کورنش بجاتااس کے سامنے مؤدب سا کھڑا تھا۔وہ عمر میں سوفین جتنا ہی تھا۔قد میں اس سے ذرا سا اونچا تھا۔اس نے سفید رنگ کی شرٹ پہن رکھی تھی جو بہت ڈھیلی تھی۔بھورے رنگ کی

پتلون اور پیٹ پر بندھی بیلٹ میں وہ بہت معصوم لگ رہا تھا۔جلد کا رنگ گندمی تھا۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا۔آنکھوں میں بھی سیاہی پھیلی تھی۔ چہرے پر ہمہ وقت معصومیت سجی رہتی تھی۔ وہ ایک مالی کا بیٹا تھا۔اس کے ہاتھ میں ایک بڑی قینچی تھی جس سے وہ پودوں کی کٹائی کر رہا تھا۔مالی نے اسے اپنے والے گر سکھا دیے تھے۔اب شاہی باغ کی دیکھ بھال وہی کرتا تھا۔

''کیسے ہو اوک؟ آج بہت دنوں بعد آئے ہو۔''اس نے پوچھا۔

''میں پہلے کی طرح اچھا خاصا، صاف ستھرا، چمکتا دمکتا اور ہنستا مسکراتا اوک......آپ کا کیا حال ہے شہزادی؟'' وہ چہک کر بول رہا تھا۔سوفین کو اس کا انداز اچھا لگتا تھا۔اس بار بھی وہ ہنس دی تھی۔

''میں بھی ٹھیک ہوں پر میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں اپنی طرح ہی ہوں۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''اوک آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔آپ حکم کریں۔کس پودے کو کیا بنانا ہے اور کس انسان کا قیمہ بنانا ہے؟ مجھے سب آتا ہے شہزادی۔''

''تمہیں سب آتا ہے تو صرف یہ باغ بانی کیوں کرتے ہو؟ کوئی اور کام بھی کیا کرو۔'' سوفین نے اس سے پوچھا۔

''اوک کو شاہی محل کی خدمت کرنا اچھا لگتا ہے۔اوک اپنی زندگی یہیں گزارنا چاہتا ہے۔ اوک ایک اچھا بچہ ہے جو اپنے والد کا ہاتھ بٹاتا ہے۔'' وہ ایسے ہی بولتا تھا۔خود کو بھی اپنے نام سے ہی پکارتا تھا۔

''یہ اوک اوک کی گردان بند کرو۔ یہ بتاؤ کہ اتنے دن کہاں تھے؟ لگتا ہے تم نے واقعی قیمہ بنانا شروع کر دیا تھا۔''

''اوک ادھر ہی تھا۔ بابا نے اوک کو کام سے شہر بھیجا تھا۔ میں آنا چاہتا تھا لیکن رات دیر سے گھر آتا تھا۔'' اس نے وجہ بتائی۔

''شکر ہے آخری جملے میں تم نے اوک نہیں کہا۔'' سوفین کھلکھلا کر ہنس دی۔ اوک نے اسے دیکھا تو وہ بھی ہنس دیا۔ ہاتھ میں پکڑی قینچی اس نے زمین پر ایک طرف رکھ دی تھی۔

''یہ تو میں آپ کو ہنسانے کے لیے ایسے بولتا ہوں۔ میں کسی اور کے سامنے ایسے نہیں بولتا شہزادی۔'' اوک نے کہا۔ سوفین ہنس دی اور چل کر باغ کے چھتری والے حصے میں آ گئی۔ اس نے اپنا لباس درست کیا اور بینچ پر بیٹھ گئی۔ سفید دستانوں میں سے ادھ دِکھتے ہاتھ گود میں اوپر نیچے رکھ لیے۔ اوک اس کے سامنے ہی ادب سے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ بے شک وہ اس کا دوست تھا لیکن وہ پھر بھی ایک شہزادی تھی۔ شاہی محل میں رہ کر شہزادی کسی کی دوست نہیں ہو سکتی تھی۔ شہزادی اور اوک کی دوستی سب سے چھپی ہوئی تھی۔ اگر کسی کو پتا چل جاتا تو اوک کی گردن اتروائی جا چکی ہوتی۔

''یہ دیکھو اوک، میری خالہ نے مجھے یہ دیا ہے۔ یہ میری ماں کا ہے۔'' سوفین نے اسے اپنے گلے میں لٹکا ہار دکھایا۔ اوک نے اس سبز پتھر کو دیکھا۔ اسے بھی اس کی چمک اچھی لگی تھی لیکن وہ سوفین کی طرح مبہوت نہیں ہوا تھا۔

''خوبصورت ہے۔'' اس نے تبصرہ کیا۔ اوک کو اس میں خاصیت نہیں نظر نہیں آئی تھی۔

اسے تو وہ ایک عام سا پتھر ہی لگ رہا تھا۔اس نے سوفین کے پاس ایسے بہت سے پتھر پہلے سے ہی دیکھ رکھے تھے۔اس کے لیے اس میں کچھ بھی نیا نہیں تھا۔سوائے اس کی چمک کے......

''یہ میری مام کا ہے۔نجانے کب انہوں نے اسے میری خالہ کو دیا تھا اور اب خالہ کو اتنے سالوں بعد یاد آیا۔وہ یہ مجھے پہلے بھی دے سکتی تھیں۔مجھ سے چھپانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔'' شروع میں اس کے انداز میں خوشی تھی لیکن آخر تک اسے تلخی نے آن گھیرا۔

''شہزادی......آپ پلیز ایسے نہ سوچا کریں۔کوئی وجہ تو ہوگی ہی جو انہوں نے آپ کو یہ پہلے نہیں دیا۔ہوسکتا ہے آپ کی مام نے ہی انہیں کہا ہو کہ اسے آپ کی سولہویں سالگرہ پر دیا جائے؟'' سوفین کے دل کو ہلکا کرنے کی ذمہ داری اوک کی ہی تھی۔اوک ایک دو سالوں سے اپنے بابا کے ساتھ یہاں آتا تھا۔تب سوفین بھی اکثر اپنے بابا کے ساتھ باغ میں بیٹھتی تھی۔مالی اور اوک باغیچے کے کام کرتے اور سوفین انہیں پودوں کو ایسے نیے زاویے دیتا دیکھتی رہتی۔اسے یہ سب پسند آیا تھا۔جب کبھی دوبارہ بھی اوک اپنے بابا کے ساتھ آتا اور اسے خبر ملتی تو وہ فوراً باغ میں آجاتی۔پودوں کی کٹائی کرنا اسے پسند تھا۔ایک بار اس نے شوق شوق میں ایک پودا کاٹ دیا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ زیادہ کٹ جائے گا۔وہ رونے لگی کیونکہ وہ پودا پسند تھا۔اس وقت اوک نے اس کٹے ہوئے پودے کو ایک نیا زاویہ دیا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت شکل کا ہو گیا۔سوفین کو دیکھ کر اچھا لگا تھا۔اس کے بعد ہی اوک سے اس کی دوستی ہوئی تھی۔

''تم ہمیشہ ایسے ہی کہتے ہو اوک۔تم میری جگہ نہیں ہوناں اسی لیے تمہارے لیے ایسا کہنا آسان ہے۔'' وہ چڑ سی گئی۔''میں اکیلی شہزادی ہوں۔مجھے بابا کے ساتھ اس ساری ریاست کو

سنبھالنا ہے اور پھر تخت کی وارث بھی میں ہی ہوں۔ مجھے اس سب کی بہت فکر ہے۔اور جب خالہ کا رویہ دیکھتی ہوں تو مجھے یہ سب ناممکن لگتا ہے۔ وہ نہیں چاہتی میں اس ریاست کو سنبھالوں۔ وہ مجھے یہاں سے بھیجنا چاہتی ہیں۔'' اوک ہمیشہ کی طرح اس کی ساری باتیں سنتا گیا۔اوک اسے اپنی محرومیوں کے بارے میں نہیں بتاتا تھا۔ وہ اسے نہیں بتاتا تھا کہ اس کے پاس کس کس چیز کی کمی ہے اور کئی بار بھوکے پیٹ ہی سونا پڑتا ہے۔مالی کا کام اتنا معاوضہ طلب تو ہوتا نہیں کہ وہ ایک عیش و آرام کی زندگی گزار سکتا۔اس نے سوفین کو کبھی اپنے گھر کے حالات نہیں بتائے تھے اور نہ ہی کبھی اس نے پوچھے تھے۔سوفین کو لگتا تھا کہ اس کے علاوہ باقی سب اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔

''کہاں بھیجنا؟'' اس وقت بھی اس نے سوفین کی پہلی باتیں نظر انداز کی تھیں۔ وہ ایسا ہی تھا۔سادہ سا......

''وہ میری شادی کروانا چاہتی ہیں۔'' اس نے دکھی لہجے میں بتایا۔اوک نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟اوک کو جتنا علم ہے اس میں تو آپ کی شادی اٹھارا سال سے پہلے نہیں ہوسکتی۔'' اوک نے کہا۔کیا وہ اسے دو سالوں کی گارنٹی دے رہا تھا؟ دو سالوں کی تسلی......

''تو دو سال بعد کیا اوک؟ دو سال بعد بھی تو مجھے یہاں سے جانا ہی ہوگا۔اس ریاست کا کیا ہوگا؟ بابا کے بعد اسے کون سنبھالے گا؟'' وہ فکر مندی سے بولی۔اس نے ٹیک لگا لی جیسے وہ تھک چکی تھی۔

اوک نے گہری سانس خارج کی۔ ''دنیا میں جب تک کوئی چیز زندہ ہے، تب تک اسے سنبھالنے والے بہت سے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ریاست کو آپ نہیں تو کوئی اور سنبھال لے گا۔''

''کیسی پاگلوں والی بات کر رہے ہو تم اوک؟ بادشاہ کی اولاد ہی بادشاہ بنتی ہے۔ کوئی ایسے ہی تو بادشاہ نہیں بن جائے گا ناں۔'' سوفین کو اوک کی بات پر حیرت ہوئی تھی۔

''ہوسکتا ہے کہ......''

''شہزادی......'' اوک کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی۔ باغ میں نینی نے آتے ہی سوفین کو پکارا تھا۔ دونوں نے نینی کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر سنجیدگی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ سوفین بے اختیار سیدھی ہوئی کہ کہیں نینی اسے ٹیک لگا کر بیٹھا دیکھ کر کوئی اعتراض نہ کریں۔ اوک الٹے قدموں تھوڑا پیچھے ہوا۔ شہزادی کے سامنے کورنش بجا کر وہ چلا گیا۔ جاتے ہوئے سوفین نے اسے مسکراتے دیکھا تھا۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی مسکرا کر جاتا تھا۔ سوفین کو اس کی مسکراہٹ اچھی لگتی تھی۔

سوفین نے بنا کچھ کہے اسے جاتے دیکھا۔ اس کے پودوں کے عقب میں غائب ہونے کے بعد ہی سوفین نینی کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''درزی آ گیا ہے۔ آپ اپنا لباس پہن کر دیکھ لیں۔ کوئی کمی رہ گئی ہے تو بتا دیں۔'' نینی کی بات پر وہ برے دل سے اٹھی۔ اسے پھر سے اپنی سالگرہ یاد آ گئی تھی جو اس کے لیے کسی بھی طرح کی خوشی کا باعث نہ تھی۔ وہ جیسے ہی باغ سے نکلی تو دو کنیزیں اس کے عقب میں چلنے لگیں۔ سوفین اور کنیزوں کے درمیان ہاتھ میں چھڑی پکڑے نینی چل رہی تھیں۔

''تم دونوں جاؤ۔'' نینی نے محل میں داخل ہونے سے پہلے کنیزوں سے کہا تو وہ دوسری طرف مڑ گئیں۔سوفین نے دھیان نہ دیا۔وہ چلتی رہی۔

''شہزادی، میں نے آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ اس لڑکے سے دور رہا کریں۔وہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔'' نینی نے سوفین سے کہا۔وہ ایک دم رک گئی تو نینی کے قدم بھی رک گئے۔اس نے مڑ کر نینی کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

''نینی پلیز،کبھی مجھے میری مرضی بھی کرنے دیا کریں۔میں ایک شہزادی ضرور ہوں،مگر میری حیثیت زندان کے اس قیدی جیسی ہے جس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔فرق صرف اتنا ہے کہ وہ سختیوں سے نڈھال رہتا ہے اور مجھے آسائشوں سے مفلوج کر دیا گیا ہے۔میری اپنی کوئی زندگی نہیں، میں محض ایک سنہری قفس میں قید ہوں۔'' وہ کہتے کہتے رونے لگی۔نینی کو سمجھ نہ آیا کہ وہ اچانک کیوں رو دی تھی؟ وہ درزی سے ملنے کی بجائے بھاگتی ہوئی اپنے مینار والے کمرے کی طرف چل پڑی۔راستے میں اوک نے اسے روتے اور بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔وہ پریشان ہو گیا تھا کہ اچانک ایسی کیا بات ہوگئی؟

راہداری میں کھڑی نینی نے گہری سانس خارج کی۔

''سنو لڑکی۔'' پاس کھڑی ایک کنیز کو بلایا۔وہ فوراً ان کے سامنے حاضر ہوئی۔''جا کر درزی سے کہہ دو کہ شام میں دوبارہ آئے۔اسے کہو کہ لباس یہیں رکھ جائے۔شہزادی ابھی مصروف ہیں۔''

کنیز ادب میں سر ہلاتی آگے بڑھ گئی اور نینی نے افسوس سے سر ہلایا تھا۔وہ اور کر بھی کیا سکتی

تھیں؟

وہ محل کے اندرون میں جا رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆

''ڈیبرا کو دیکھو۔ ایک معصوم کو سزا دینے لگی تھی تو خود ہی چوٹ کھا کر گر گئی۔ اسی لیے کہتے ہیں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرنا چاہئے۔ کیا پتا کب آپ کے ساتھ بھی ایسا ہو جائے۔''

کنیزوں کے لیے مختص کمرے میں وہ سب اکٹھی بیٹھی تھیں۔ ڈیبرا کا غصہ یا انتقام جھیلنے والی کنیز آرام کر رہی تھی۔ کنیزوں نے اس کے گرد ہی جمگھٹا بنا رکھا تھا۔ اس کے پیروں پہ پٹی کر دی گئی تھی جس سے اسے کچھ راحت ملی تھی۔ سب اس کی تیمارداری کر رہی تھی اور ڈیبرا کی چغلیاں بھی......

''بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ سنا ہے پسلی وسلی تڑوا بیٹھی ہے۔ شکر ہے کچھ سکون تو ہوگا چند دن۔ بالکل جلاد کی طرح سوار ہو جاتی ہے ہم پر۔ میں تو سوچ رہی تھی ملکہ سے شکایت کروں اس کی۔'' ایک کنیز نے کہا۔

''رہنے دو تم بس۔ ملکہ کی خاص خادمہ ہے وہ۔ تم نے شکایت کر بھی دی تو تمہیں محل سے نکلوا دیں گی یا اس کمرے سے بھی زیادہ بری جگہ ملے گی رہنے کو۔ صبح بھی ملکہ نے ناشتے میں اس کے بارے میں پوچھا تھا۔'' دوسری نے ناک منہ پھلا کر جواب دیا۔

''ویسے مجھے ایک بات تو بتاؤ۔'' ان میں سے ایک کنیز بولی۔

''ہاں؟''

''یہ ملکہ کی کیا کہانی ہے؟ سنا ہے انہوں نے اپنی بہن کو مارا ہے تا کہ وہ بادشاہ سے شادی کر سکیں۔'' وہ بولی۔

''ارے آرام سے بولو آرام سے۔ کسی نے سن لیا تو تمہاری گردن اتروا دیں گے یہ۔'' کنیز نے فوراً اسے ٹوکا اور اس کا انداز آخر میں رازدارانہ ہو چکا تھا۔

''میں اکیلی تو نہیں کہہ رہی۔ یہ سب ہی کہتے ہیں۔'' وہ اکڑ کر بولی۔

''کہنے دو سب کو۔ لوگوں کو کوئی نہ کوئی کہانی بنانے کی عادت ہوتی ہے۔'' جواب میں یہ کہا۔

''لوگوں کو ہوتی ہے لیکن ہر کسی کو نہیں۔ ہر کوئی یہ بات کرتا ہے۔ جب میں محل سے باہر تھی تب بھی لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے۔ بادشاہ سلامت اپنی پہلی بیوی سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہوں نے پسند سے شادی کی تھی۔ دو سال بعد ہی وہ مر گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی بہن اس محل کی ملکہ بن گ ء۔ تم نے دیکھا نہیں اس میں کتنی اکڑ ہے۔ کتنا تفاخر ہے۔ خوبصورت تو وہ بھی بہت ہے لیکن پھر بھی۔ اس نے کبھی اپنی مری ہوئی بہن کا ذکر نہیں کیا۔ چلو ہم سے نہیں لیکن اپنے کسی خاص خادم سے بھی نہیں۔ ڈیبرا اس کی خاص خادمہ ہے۔ ڈیبرا تک سے آج تک اس نے کبھی اپنی بہن کی کوئی بات نہیں کی۔ یہ بھی سنا ہے کہ ملکہ کی قبر محل کے تہہ خانے میں ہے۔ تبھی تو وہاں جانے پر پابندی لگی ہے۔ کتنے سالوں سے یہ باتیں میں سنتی آ رہی ہوں۔ مجھے تو وہ ویسے بھی شکل سے قاتل لگتی ہے۔'' اس نے اپنی بات تفصیل سے کی۔ ساری لڑکیاں اسے خاموشی سے سنتی گئیں۔

''تمہیں اگر قاتل کی بہت یاد آ رہی ہے تو آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں ملوا دیتی ہوں اس سے۔'' اچانک سب گھبرا گئیں۔ سب نے بیک وقت مڑ کر دیکھا۔ وہاں اس لڑکی کی موت کھڑی تھی۔ ہاتھ میں ایک چھڑی اور چہرے پر بے انتہا غصہ......

وہ نینی تھیں۔

''کیا بکواس کر رہی ہو تم؟'' نینی کی گرج دار آواز آئی۔ وہ سب فوراً ادب میں کھڑی ہو گئیں۔ لڑکیوں نے سر جھکا لیے۔ بیمار کنیز بھی نینی کے خوف سے اٹھ گئی تھی۔

''ن...... نینی......''

''میں نے سب سن لیا ہے۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی ملکہ کے بارے میں یہ سب کہنے کی؟ چلو میرے ساتھ۔ میں تمہیں نشانِ عبرت بناتی ہوں تاکہ پھر یہ سب تمہارے بارے میں بھی ایسی کہانیاں سنائیں سب کو۔'' نینی نے اپنی چھڑی زمین پر ماری۔ سب لڑکیاں ڈر گئی تھیں۔

''نینی مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں آئندہ ایسی بات نہیں کروں گی۔'' وہ رونے لگی۔ منت سماجت کرنے لگی۔

''میں تمہیں آئندہ کی مہلت ہی نہیں دوں گی۔ محافظوں......'' نینی نے بلند آواز میں کہا تو دروازے پر موجود دو محافظ فوراً پاس آئے۔ ''لے جاؤ اس گستاخ کو یہاں سے۔ اس کا فیصلہ میں بعد میں کروں گی۔'' نینی نے کہا۔ گردن میں ابھی تک وہی سختی تھی۔

''نینی مجھے معاف کر دیں......معاف کر دیں......میں بھیک مانگتی ہوں......'' وہ روتے ہوئے التجائیں کر رہی تھی۔ کسی لڑکی نے سر اٹھا کر اسے دیکھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ کوئی نینی کو

مزید غصہ نہیں دلانا چاہتی تھی۔اس کے رونے کے علاوہ کمرے میں کسی کے سانس لینے کی آواز بھی نہیں آرہی تھی۔

نینی نے اس کی ایک بھی التجا نہیں سنی تھی۔محافظ اسے گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔وہ بلک رہی تھی لیکن اس کا اب کوئی فائدہ نہ تھا۔وہ اسے سب کے لیے سبق بنانا چاہتی تھی۔محل میں رہ کر کسی شاہی خاندان کے فرد کے بارے میں ایسی بات کرنا کسی گناہ سے کم نہیں تھا۔گناہ کی سزا ضرور ہوتی ہے۔یہ محل کا اصول تھا۔خاص طور پر......

''اور تم سب نے......دیکھ لیا اس کا انجام؟ میں اگر یہاں نہ بھی آتی تو بھی مجھے اس کی خبر ہو جانی تھی۔تم سب کنیزوں میں سے ایک کنیز میری خاص خادمہ ہے۔وہ مجھے تم سب کی ساری چالاکیاں بتاتی ہے۔'' کنیزوں کے دل ڈر گئے تھے یہ سب سن کر۔''میں چھوٹی چھوٹی باتیں نظر انداز کر دیتی ہوں لیکن ایسی گستاخی کی کوئی معافی نہیں ہے۔ملکہ تم سب کی ملکہ ہیں۔بادشاہ کی زوجہ ہیں۔وہ اپنی بہن سے بہت محبت کرتی تھیں اور کرتی ہیں۔ان کی بہن شدید بیمار تھیں۔میں نے خود انہیں مرتے دیکھا ہے۔کسی نے بھی ان کا قتل نہیں کیا۔میں اس محل میں تم سب کی پیدائش سے بھی پہلے سے ہوں۔مجھے ایک ایک بات پتا ہے۔میں محل کے چپے چپے سے واقف ہوں۔خبردار......'' چھڑی زمین پر ماری۔لڑکیاں ڈر گئیں۔''خبردار آئندہ کسی نے بھی ایسی خرافات اپنی زبان سے نکالیں۔میں اس کی زبان کاٹ کر ہاتھ میں دے دوں گی۔چلو اب یہ جمگھٹا مت بناؤ۔'' وہ بلند آواز میں کہہ کر پلٹ گئیں۔''اور ہاں......محل میں کوئی تہہ خانہ نہیں ہے۔'' نینی نے جاتے جاتے کہا۔

لڑکیوں نے فوراً اس جگہ کو چھوڑا اور اپنے اپنے بستر تک چلی گئیں۔ان کے دل ابھی تک کانپ رہے تھے۔کسی نے زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا تھا۔

ہم میں ایک مخبر ہے......وہ نینی کی خاص خادمہ ہے......ہم سب مر گئے......سب......

سب کے ذہنوں میں یہی سب تھا۔

کون تھی وہ مخبر......اب سب ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھیں گی......کوئی کسی سے اب کوئی ایسی ویسی بات نہیں کریگا......

کیا نینی سچ کہہ رہی تھیں؟ یا ہوا میں تیر چلایا تھا؟

کون جانے؟

کوئی نہیں......

☆☆☆☆☆

محل کا تہہ خانہ کافی سالوں سے سب کی زبانوں پر تھا۔سب اس کے بارے میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔کوئی اسے زندان سمجھتا تھا اور کوئی اسے قبرستان۔ جتنے منہ اتنی باتوں کے مصداق تہہ خانہ محل کا سب سے بدنام حصہ تھا۔سب نئی ملکہ کو اپنی ہی بہن کا قاتل سمجھتے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ ملکہ نے اپنی بہن کو تہہ خانے میں ہی مارا ہے اور وہیں دفنا دیا ہے۔کوئی اسے بادشاہ کی عاشقہ کہتا تھا کہ اس نے محبت میں اپنی ہی بہن کو راستے سے ہٹا دیا کیونکہ اس کے مرنے کے کم عرصے میں بھی ان دونوں کی شادی ہوگئی تھی۔کوئی بادشاہ کو بھی اس قتل میں برابر کا شریک سمجھتا تھا۔کوئی کہتا تھا کہ وہاں بہت سونا اور ہیرے جواہرات ہیں۔کوئی کچھ کہتا تو کوئی کچھ......

لیکن ایک بات جس نے ان سب باتوں کو ہوا دی تھی وہ یہ تھی کہ تہہ خانے میں جانے کی کسی کو بھی اجازت نہیں تھی۔ محافظ بھی وہاں سے بہت پہلے ہی کھڑے ہوتے تھے۔ اس کے قریب کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ کسی نے بھی اس کی چابی نہیں دیکھی تھی۔ وہ کہاں تھی؟ کسی کو خبر نہ تھی......سوائے ایک بندے کے......جس نے اسے مقفل کیا تھا......

کوئی یہ بات نہیں جانتا تھا کہ بہت جلد اس تہہ خانے کا راز کھلنے والا تھا......

وہاں کیا تھا......کیا ہوا تھا......کیا ہونے جا رہا تھا...... یہ شاید کچھ کے لیے راز ہی رہے......لیکن سب کے لیے نہیں......

کیونکہ......

محل میں کوئی تہہ خانہ تھا ہی نہیں......

☆☆☆☆☆

تو ہوا یوں کہ......

اور......پھر اچانک اسے دھواں سا نظر آیا......

اس دھویں کے نیچے اسے آگ جلتی دکھائی دی تھی......

اس نے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہا لیکن سلاخیں رکاوٹ بنی رہیں......

اسے یہ آگ اور دھواں پہلے بھی کئی بار نظر آتا تھا......

صبح کی روشنی میں جب بھی جنگل کو دیکھو تو وہاں کچھ بھی نہ ہوتا......

اسے تجسس ہو رہا تھا کہ وہ دھواں اور آگ اسے رات میں ہی کیوں نظر آتے ہیں......

☆☆☆☆☆

وقت بیت جاتا ہے......

یادیں رہ جاتی ہیں......

افسوس رہ جاتا ہے......

پچھتاوا رہ جاتا ہے......

یوں لگتا ہے جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہے......

وہ ملکہ دوئم کے نام سے جانی تھی۔ نیول کی ریاست میں یہی قانون تھا کہ بادشاہ ایک وقت میں صرف ایک سے ہی شادی کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس کے اپنی کنیزوں سے تعلقات ہیں تو وہ ان میں سے کسی سے شادی نہیں کر سکتا تھا۔ رسم و رواج کے مطابق اس نے سوفین کی خالہ سے شادی کر لی تھی۔ ساری ریاست کو اس کا علم تھا۔ محل میں نا چاہتے ہوئے بھی سب نے اسے بادشاہ کی ملکہ تسلیم کر لیا تھا۔ جیسے ہی بادشاہ کی شادی اس سے ہوئی تو اگلے ہی دن اس نے محل کی ذمہ داریاں ایک ملکہ کی حیثیت سے سنبھال لی تھیں۔ وہ بظاہر تو سب کے لیے ایک اچھی ملکہ ہی تھی لیکن اندر سے سب اس سے خار کھاتے تھے۔ وہ اسے اپنی بہن کا قاتل کہتے تھے۔ اسے اس بات کا علم تھا لیکن وہ کسی کا بھی منہ بند نہیں کر سکتی تھی۔ وہ چپ چاپ یہ سب سہتی رہی اور پھر اس نے سوچا کہ جب لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے تو وہ اچھی کیوں بنے؟ وہ سب کی نظروں میں بری ہے تو بری ہی رہے۔ اچھی بن کر کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس کے بعد سے وہ سب پر رعب جمانے لگی۔ چھوٹی سی باتوں پر بہت بڑی بڑی سزائیں سنا دیتی تھی تاکہ سب پر اس کا

دبدبہ بیٹھا رہے۔ اسے لگتا تھا شاید ایسا کرنے سے وہ اپنے اوپر لگے الزام کو ختم کر پائے گی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس کی سختی نے اس کے اپنی بہن کی قاتلہ ہونے پر مہر لگا دی تھی۔ کنیزیں اس سے ڈر کر آپس میں اسے قاتلہ ہی کہتی تھیں۔ اور اب اسے پرواہ نہ تھی۔ وہ ایک اچھی زندگی گزار رہی تھی۔ وہ ملکہ تھی۔ وہ بادشاہ کی بیوی تھی۔ اس کے پاس لامحدود اختیارات تھے۔ اسے یہ الزامات کچھ بھی نہیں کہتے تھے۔

الزام......

کیا وہ صرف الزام ہی تھے؟

کون جانے......؟

کوئی نہیں......

اور دوسری طرف بادشاہ فریڈرِک (Fredrick) اپنی محبت کو یاد کرتا تھا۔ اسے سوفین کی ماں سے بہت محبت تھی۔ اس نے ضد میں آ کر اس سے شادی کی تھی۔ وہ بھی نیول کے ساتھ ہی ایک ریاست کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ ایک دن ایسے ہی سیاسی دورے میں وہ اپنے باپ کے ساتھ اس کے محل گیا تھا۔ وہیں پر اسے وہ پسند آئی تھی اور جب اس کی شادی کا وقت آیا تو شہزادے فریڈرک نے اسی کا نام لیا تھا۔ اس رشتے پر کسی کو بھی اعتراض نہ تھا اور جب وہ بادشاہ کے تخت پر براجمان ہوا تو اس کے کچھ ماہ بعد ہی اس کی شادی سوفین کی ماں سے ہو گئی تھی۔ وہ ایک ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے۔ سوفین کی ولادت کے بعد اس کی ماں بیمار رہنے لگی۔ طبیب اس کی بیماری کی شناخت نہ کر سکے اور اسی دوران اس کی حالت مزید خراب ہو گئی اور ایک دن وہ

اپنی چند ماہ کی بیٹی کو اس کے باپ کے حوالے کر کے دنیا سے چلی گئی تھی۔اس دن فریڈرک ٹوٹ گیا تھا۔وہ تب سے خاموش طبع ہو گیا تھا۔بادشاہت اس کی اب مجبوری بن چکی تھی۔وہ صرف اعوام کے لیے اپنے آپ کو بادشاہت کے فرائض پورے کرنے کے لیے تیار رکھتا تھا لیکن اندر سے وہ بکھر گیا تھا۔سوفین کی طرف اس کی توجہ اس کی ماں کے جانے کی وجہ سے زیادہ ہو گئی تھی۔ وہ جتنا وقت بھی محل میں رہتا تو سوفین اس کے پاس ہوتی۔سوفین کا خیال نینی رکھ رہی تھیں۔وہ اسے فریڈرک کے پاس چھوڑ کر خود کمرے سے باہر انتظار میں رہتی تھیں اور جب اندر سے فریڈرک کے رونے کی آواز آتی تو وہ چپ چاپ اندر جا کر سوفین کو لے آیا کرتی تھیں۔فریڈرک کی تنہائی دن پر دن بڑھتی جا رہی تھی۔کئی کئی دن وہ دربار میں نہ جاتا تھا۔ریاست کے وزیر ہی تمام امور سنبھالتے تھے اور اسے اطلاع کر دیتے تھے۔اسے کسی بھی کام میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔

جب فریڈرک کی حالت ریاست میں زبانِ عام پر تھی تو سب نے فیصلہ کیا کہ فریڈرک کے خلاف بغاوت کی جائے اور اس کی جگہ کوئی اور بادشاہ لایا جائے تاکہ ریاست کا انتظام احسن طریقے سے سنبھالا جائے۔اس دوران سوفین کی خالہ اس سے ملنے اس محل میں آیا کرتی تھی۔ریاست میں ہونے والی افواہیں سب نے سن رکھی تھیں، اسی لیے اس نے بادشاہ فریڈرک سے براہِ راست بات کرنے کا فیصلہ کیا۔اپنی بہن کے مرنے کے چند ماہ بعد وہ بادشاہ کے سامنے اس کے کمرے میں موجود تھی۔

''میں جانتی ہوں اس کی موت بہت المناک واقعہ ہے لیکن ایسے ہم کب تک رہ سکتے ہیں؟ ریاست کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ہے بادشاہ سلامت۔عوام کو آپ کی ضرورت ہے۔

ریاست کے وزیر آپ کی طرح اچھے فیصلے نہیں کر سکتے۔ عوام کی خاطر آپ کو ٹھیک ہونا ہوگا۔ اگر آپ واپس نہ آئے تو ممکن ہے کہ عوام آپ کے خلاف بغاوت پر اتر آئے کیونکہ انہیں ایک بادشاہ کیضر ورت ہے جو ان کے مسائل کا حل کرے۔ آپ سے انہیں بہت امیدیں ہیں بادشاہ سلامت۔ آپ عوام کے بادشاہ ہیں۔ آپ کو ان کی خاطر اپنی ذمہ داریاں نبھانی پڑیں گی۔ میری بہن کبھی یہ نہ چاہتی کہ آپ اپنی عوام پر ایسا ظلم کریں۔''

اس نے بہت اچھے طریقے سے بادشاہ کو بات سمجھا دی تھی۔

''میں کیا کروں؟ مجھے وہ نہیں بھولتی۔'' وہ رونے لگا۔ وہ کبھی ایسے کسی کے سامنے نہیں رویا تھا لیکن کچھ رشتوں کے جانے کا غم انسان کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ وہ ایسے بہت سے کام کر جاتا ہے جو اس نے کبھی نہ کیے ہوں۔

''آپ اسے مت بھولیں۔ اسے یاد رکھیں اور سوفین کو بھی وقت دیں۔ وہ آپ کی جیون ساتھی تھی لیکن یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ وہ آپ کو ایسے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ عوام کے ساتھ کبھی ایسے نہ ہونے دیتی۔'' اس نے کہا۔

فریڈرک سر نیچے کر کے رونے لگا۔ وہ اٹھی اور آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ رونا اسے بھی آ رہا تھا۔ فریڈرک کی حالت پر اسے دکھ بھی ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ضبط کے باوجود نم ہو گئیں۔

فریڈرک اس کی بات سمجھ چکا تھا اور پھر اس نے ریاست کے سارے معاملات خود سنبھالے۔ وہ اپنی محبت کو اسی طرح یاد کرتا تھا اور اس کی وجہ سے ہی وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر

رہا تھا۔سوفین کی خالہ محل میں چکر لگاتی رہتی تھی اور وہ فریڈرک سے بھی ملتی رہتی تھی ۔اسی دوران اسے فریڈرک سے محبت ہو گئی تھی اور پھر ایک دن اس نے فریڈرک سے اظہارِ محبت کر لیا تھا۔فریڈرک نے اس بات کا ذکر نینی سے کیا تو نینی نے اسے کہا کہ یہ فیصلہ ٹھیک ہے۔وہ سوفین کی ماں کی طرح ہے تو وہ اس کا خیال بھی رکھے گی۔اسی سوچ کے ساتھ اس نے دوسری شادی کر لی تھی لیکن جب وہ سوفین کی خالہ سے اس کے باپ کی بیوی بنی تو اس کے تیور ہی بدل گئے۔اس نے شروع میں سوفین کا خیال رکھا تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ اس سے دور ہوتی گئی۔اس پر کچھ سختی کرنے لگی۔نجانے اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ کیا اسے بھی یہ ڈر تھا کہ کہیں باقی سب کی طرح سوفین بھی اسے اپنی ماں کی قاتلہ نہ سمجھے؟ کیا اسی لیے وہ اسے سب سے دور دور رکھتی تھی؟

ہو بھی سکتا ہے......

مگر کسے علم ہے اس کا......؟

سب لاعلم تھے......

☆☆☆☆☆

ڈیبرا بے ساکھی کی مدد سے چل پھر رہی تھی۔ایسی حالت میں بھی اسے کام کرنا پڑ رہا تھا۔طبیبہ کے مطابق اس کی پسلیوں کو کچھ بھی نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس کے بازو پر کوئی چوٹ لگی تھی۔اس نے اپنی چوٹ کو بہت سنجیدگی سے لے لیا تھا شاید یا پھر کوئی اور وجہ تھی؟

محل کا ایک چکر لگا کر وہ واپس اپنے کمرے میں آئی۔اب اسے شاہی حصے کی طرف جانا تھا کیونکہ اس بار وہ نینی کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔کمرے میں لگے شیشے میں اس نے اپنا عکس

دیکھا۔اس کے چہرے پر کوئی تأثر نہ تھا۔ ہاتھ میں بے ساکھی تھی جسے اس نے ایک طرف رکھ دیا تھا۔ پیروں تک آتے نیلے رنگ کے لباس میں وہ اچھی لگ رہی تھی۔شیشے کے ساتھ ہی پڑی میز پر رکھی سرخی اٹھائی اور ہونٹوں پر پھیرنے لگی۔اسے سرخی لگانا بہت پسند تھا۔رات شہزادی سوفین کا کمرہ صاف کرتے وقت بھی اس کے ہونٹوں پر سرخی لگی ہوئی تھی۔

''ہائے......سرخی بھی تھوڑی سی ہی رہ گئی ہے۔ بازار بھیج کر منگواؤں گی اب۔اس کام چور خادم سے ہی کہوں گی۔منع تو کرے ہاں مجھے ذرا۔ایسی سزادوں گی اسے کہ نانی یاد آجائے گی۔''

وہ خود کلامی کررہی تھی۔سرخی کومل مل کر ہونٹ سرخ کر لیے گئے تھے۔اچانک اس کی نظر بے ساکھی پر پڑی۔وہ طنزیہ انداز میں ہنسی۔''مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔میں تو صرف ان کنیزوں کے سامنے ایسے کررہی تھی کہ وہ میرا گرنا بھول جائیں اور میری چوٹ پر دھیان دیں۔آگ لگے انہیں، کسی کوتوفیق نہیں ہوئی دوبارہ میرا حال پوچھنے ہی آجائے۔اس باورچی کے بچے کوتو میں چھوڑوں گی نہیں۔آج اس نے مجھے جوس نہیں بنا کر دیا۔ جاتی ہوں ابھی ذرا اس کے پاس۔ جب تک دو باتیں نہ سنالوں اسے، مجھےتو چین نہیں آنے والا۔''اس نے سر جھٹکا۔ چہرے پر اب باورچی کے لیے غصہ ناچ رہا تھا۔

''ڈیبرامادام......''باہر سے کنیز کی آواز آئی تو وہ اپنی سوچوں سے آزاد ہوئی۔

''آتی ہوں آتی ہوں۔ بیماری میں بھی کسی کواحساس نہیں ہے میرا۔سارا کام مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔''وہ اونچی آواز میں بول رہی تھی۔اس کا دل نہیں کررہا تھا جانے کو۔

''پتانہیں میں ان کی نگران ہوں یا یہ میری نگران ہیں۔ ہر وقت میری ہی نگرانی کرتی رہتی

ہیں کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ ہائے......آگ لگے......'' وہ تن فن کرتی جانے لگی تو اسے اچانک بے ساکھی کا خیال آیا۔''اسے تو لے جاؤں ورنہ انہیں پھر سے میرا گرنا یاد آ جائے گا۔''

دروازہ پٹختی وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔کنیز نے اس کی تازہ سرخی دیکھی تو اس کے لیے ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا۔

''ڈرامے باز عورت......'' وہ آہستہ سے بولی۔

''کچھ کہا تم نے؟'' ڈیبرا نے ناسمجھی سے پوچھا۔

''نہیں کچھ نہیں۔میں تو یہ بتانے آئی تھی کہ ملکہ آپ کا پوچھ رہی تھیں۔'' اس نے فوراً بات بنائی۔

''پوچھنا ہی تھا۔ڈیبرا کے علاوہ وہ کسی کو کوئی کام بھی تو نہیں کہتیں۔'' وہ فخریہ انداز میں بولی اور آگے چلی گئی۔کنیز کے چہرے پر ہنسی ناچنے لگی۔

''صبر تو کرو ذرا ڈیبرا مادام۔تمہاری چالاکیاں اب کنیزوں کو بتاؤں گی تو دیکھنا کتنا مزہ آئے گا۔'' ایک نیا تماشا......

☆☆☆☆☆

سوفین کے کمرے کا دروازہ پہلے سے ہی کھلا تھا۔اس نے اس پر دھیان نہ دیا اور ہمیشہ کی طرح اپنے بستر پر آ کر لیٹ کر رونے لگی۔ جب اسے کچھ بھی سمجھ نہ آتا تھا تو وہ رونے لگتی تھی۔ وہ بہت کمزور لڑکی تھی۔ اسے اپنے بارے میں سب سے زیادہ بری چیز یہی لگتی تھی کہ وہ ایک کمزور لڑکی ہے۔اس کے پاس اختیارات ہیں یا مستقبل میں کبھی ہوں گے لیکن وہ اس قابل نہیں ہے

کہ کوئی مضبوط فیصلہ لے سکے۔اسی لیے وہ اس ریاست کے بارے میں خوفزدہ رہتی تھی کہ وہ اپنے بابا کی طرح کیسے اس سب کو چلا سکے گی؟ کیسے اس ریاست کے لیے کوئی مضبوط فیصلہ کر پائے گی؟ کیسے وہ مسائل کا حل تجویز کرے گی۔اسی لیے تو وہ شہزادی ہونا پسند نہیں کرتی تھی۔ اس کا دل تھا کہ وہ ایک عام انسان ہوتی۔ایک عام لڑکی جسے اس طرح کی کوئی پریشانیاں لاحق نہ ہوتیں۔

اس کے علاوہ اسے شہزادیوں کے لیے بنائے گئے اصولوں کے مطابق رہنا بھی بہت مشکل لگتا تھا۔وہ کسی سے بات نہیں کرسکتی تھی۔کسی اجنبی کو دوست نہیں بنا سکتی تھی۔کسی درزی کو ایک دن سے زیادہ کا وقت نہیں دے سکتی تھی۔کسی سے نرم لہجے میں بات نہیں کرسکتی تھی۔محل کی چاردیواری سے کبھی بھی باہر نہیں جاسکتی تھی۔وہ خود کو قیدی ہی کہتی تھی۔

انسان کیوں اپنی زندگی سے خوش نہیں ہے؟ کیا اسے جو ملا ہے اس پر راضی نہیں ہوا جا سکتا؟ کیا ضروری ہے کہ ہروقت دل میں کسی محرومی کو ہی رکھنا ہے؟ کیا خواہشات میں سے ایک دو چیزیں کم ملنے پر خوش نہیں رہا جاسکتا؟ انسان ایسا کیوں ہے؟ وہ ہروقت ناراض ہی کیوں رہتا ہے؟ کیا انسان کو خود یہ بات معلوم ہے؟

''موفل۔'' اس نے روتے ہوئے موفل کو آواز دی۔اب وہ موفل سے اپنے دل کی باتیں کرے گی۔شہزادیوں کے بنائے ہوئے اصولوں میں یہ بھی لکھا تھا کہ کسی سے دل ہلکا نہیں کرنا۔ سارا ملبہ اپنے دل میں ہی جمع رکھنا ہے۔کوئی دوست نہیں......کوئی رازداں نہیں......

''موفل۔'' جواب نہ ملنے پر اس نے دوبارہ پکارا۔موفل کہیں نظر بھی نہیں آئی تھی۔اس نے

اٹھ کراس کی آرام گاہ دیکھی۔ وہ خالی تھی۔ اس نے کھڑکیوں میں دیکھا تو وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ وہ پریشان ہوئی اوراب اسے احساس ہوا کہ کمرے کا دروازہ پہلے سے ہی کھلا ہوا تھا۔ ممکن تھا کہ موفل یہاں سے باہر گئی ہو۔

''موفل تم کیوں باہر جاتی ہو؟'' اسے اپنے آنسو بھول چکے تھےاوراب موفل کی فکر لگ گئی تھی۔ اس نے آنکھیں صاف کیں اور شیزادیوں والا لباس سنبھالتی وہ نیچے جانے کے لیے کمرے سے نکلی۔ اس باراس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ موفل کو جب بھی دروازہ کھلا ملتا تھا تو وہ ایسے ہی کمرے سے باہر چلی جایا کرتی تھی۔ شہزادی کمرے میں بند رہےلیکن موفل نہیں......

وہ گول زینے اتر کر نیچے آئی۔ موفل مینار میں تو کہیں نہ تھی۔ مینار کا داخلی دروازہ کھول کر جب وہ باہر گئی تو سورج کی کرنوں نے اسے خوش آمدید کہا۔ باغ اس کے سامنے ہی تھا جو خالی تھا۔ محافظ اس جگہ سے جڑے راستوں پر کھڑے ہوتے تھے۔ وہاں فی الحال کوئی نہ تھا۔

''موفل......'' اس نے ادھرادھر تلاش شروع کر دی۔ اسے موفل کہیں نہ ملی۔ وہ باغ میں گئی لیکن وہاں بھی موفل نام کی کسی مخلوق کا نام ونشان نہ تھا۔

''موفل کہاں ہو؟'' اس نے پھر سے کہا۔

''لگتا ہے تماری مالکن تمہیں لینے آ گئی ہے۔'' وہ مردانہ آواز تھی۔ ''موفل یہاں ہے۔'' اس نے سوفین کی آواز کے جواب میں کہا۔ وہ بلی کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ موفل اسے پیاری لگی تھی۔ وہ دودھیا رنگت کی بلی ہر ایک کو ہی پیاری لگتی تھی سوائے نینی کے......

سوفین نے اس آواز پر مڑ کر دیکھا۔ وہاں ایک لڑکا کھڑا تھا۔ اسے سکون ملا کہ موفل کہیں

دور نہیں گئی یا وہ گم نہیں گئی۔ خاص طور پر وہ محل کے اندر نہیں چلی گئی ورنہ کہیں نینی اسے اس گستاخی پر قتل نہ کر دیتیں۔

''شکر ہے تم یہاں ہو۔ تمہارا شکریہ اوک......'' وہ اوک تھا جس نے موفل کو پکڑ لیا تھا ورنہ وہ محل کے اندر ہی جا رہی تھی۔ اوک جانتا تھا کہ موفل شہزادی کی بلی ہے۔ وہ اسے پیار کرنے لگا اور اتنے میں شہزادی اسے تلاش کرتی یہاں تک آ گئی تھی۔

''اوک آپ کی خدمت میں حاضر ہے شہزادی۔'' وہ مسکرایا اور ہاتھ کو دو بار گھما کر جھکتے ہوئے بولا۔ سوفین نے موفل کو اٹھایا اور اس کا انداز دیکھ کر ہنس دی۔ موفل میاؤں میاؤں کرنے لگی۔

''تم ابھی تک گئے نہیں؟'' سوفین نے سوال کیا۔

''بس جا ہی رہا تھا کہ موفل نظر آ گئی۔ میں جانتا تھا آپ ضرور آئیں گی تو رک گیا۔'' اس نے جواب دیا۔

''اچھا کیا تم نے۔ شکر ہے تم تو محل سے باہر جا سکتے ہو۔ میں نے تو کبھی اس سے باہر کی دنیا نہیں دیکھی۔'' وہ افسوس بھرے لہجے میں بولی۔

اوک نے اسے ایک نظر دیکھا۔ وہ کچھ سوچنے لگا۔ ''تو آج دیکھ لیتے ہیں۔'' وہ پرجوش انداز میں بولا۔

وہ طنزیہ انداز میں ہنسی۔ ''کیسی باتیں کر رہے ہو اوک۔ کسی نے مجھے باہر جاتے دیکھ لیا تو میری چھوڑو تمہاری خیر نہیں۔ شہزادیوں کے اصولوں والی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے۔ میں نہیں

چاہتی میری وجہ سے تمھیں کوئی نقصان ہو۔''

''آپ میری فکر نہ کریں۔کیا آپ یہاں سے باہر جانا چاہتی ہیں؟'' وہ اسے دیکھ کر ذو معنی انداز میں مسکرایا۔اس کا انداز الگ سا تھا۔

شہزادی نے ادھر ادھر دیکھا۔وہاں کوئی نہ تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں تنہا تھی۔اس نے اپنی لمبی لمبی انگلیوں کو دیکھا۔وہ ابھی تک ویسی ہی خوبصورت تھی۔اس نے انگلی میں ایک سرخ نگینہ جڑی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔وہ اس پر انگوٹھا پھیرنے لگی۔سرخ نگینے کی چمک لمحے بھر کو انگوٹھے کے عقب میں غائب ہوتی اور پھر واضح ہو جاتی۔اس نے گہری سانس لی۔

''یہ تمہارے لیے ہے۔'' وہ اس کی شادی کا تحفہ تھا۔وہ دلہن بن کر جب اس محل میں آئی تھی تو اس کے ٹھیک ایک ہفتے بعد اسے شادی کا تحفہ ملا تھا۔فریڈرک شاید اس شادی کے لیے تیار نہ تھا۔اگر تھا بھی تو شاید وہ اسے دلہن بنا دیکھ کر قبول نہیں کر پا رہا تھا۔وہ چپ چاپ اس کا یہ رویہ سہہ گئی۔پہلے ہی دن اس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔وہ فریڈرک کو وقت دینا چاہتی تھی۔

''خوبصورت ہے۔'' اس نے انگوٹھی پکڑتے ہوئے تبصرہ کیا۔اس کے پاس سرخ نگینے والی کوئی انگوٹھی نہیں تھی۔وہ چکور صورت کے سونے سے بنے ہوئے ڈبے میں جڑا تھا۔انگوٹھی زیادہ بڑی نہیں تھی۔اس کی پتلی پتلی انگلیوں میں وہ بہت جچ رہی تھی۔

اس وقت وہ اور فریڈرک بادشاہ کے کمرے میں بیٹھے تھے۔بیڈ کے ساتھ چھوٹی میزوں پر

ان کی شادی والے دن کے رکھے گلدستے مرجھا گئے تھے۔جیسے......جیسے ان کا رشتہ بھی مرجھا سا گیا تھا......

''تمہیں پسند آیا ہے؟''فریڈرک نے سوال کیا۔

''ہاں بہت......''اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا۔اس نے فریڈرک کی آنکھوں میں دیکھا۔وہاں کوئی خوشی نہ تھی۔وہاں اکیلا پن تھا۔خالی پن تھا۔وہ جیسے اس حادثے سے آج بھی باہر نہیں آیا تھا۔اسے فریڈرک کی یہ بات ناپسند تھی۔وہ اس سے محبت کرتی تھی لیکن وہ اس کے دل میں اپنی محبت کا پودا نہ لگا سکی۔

''یہ تمہاری بہن کی ہے۔''اور اس کا دل کرچی کرچی ہو گیا تھا۔دل کا ٹوٹنا، کانچ کے ٹوٹنے سے زیادہ آواز کرتا ہے۔اس کے دل کے ٹوٹنے کی آواز سے اس کا سارا جسم کانپ اٹھا تھا۔اسے تحفہ دیکھ کر جتنی خوشی ہوئی تھی، فریڈرک کے منہ سے یہ سن کر اس سے کہیں زیادہ تکلیف ہوئی تھی۔ کاش کہ وہ اسے یہ تحفہ نہ دیتا۔تحفہ......جس میں خوشی نہیں تھی......

''میں نے اسے یہ شادی کی پہلی رات دیا تھا۔اسے سرخ رنگ پسند تھا ناں......''اس نے سوال کیا۔وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔''اس نے مجھے بتایا تھا۔میں نے اس کے لیے یہ انگوٹھی خود بنائی تھی۔سنار کے سامنے بیٹھ کر میں نے یہ کام کیا تھا۔مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس انگوٹھی کو پہننے سے پہلے سی دنیا سے چلی جائے گی۔''آخر میں فریڈرک کی آواز میں نمی شامل ہو گئی۔''میں اسے بہت یاد کرتا ہوں۔بہت زیادہ......''وہ رونے لگا۔

نا چاہتے ہوئے بھی اسے فریڈرک کو کندھا دینا ہی پڑا۔وہ خاموشی سے اسے روتا دیکھتی

رہی۔خود اس کی آنکھیں بھی اب نم ہو چکی تھیں۔ یہ بہن کے بچھڑنے کے آنسو تھے یا......شوہر کے دل میں جگہ نہ بنانے کی ناکامی کے......

"تم اسے پہنا کرو۔اس کی انگلیاں بھی تمہاری طرح ہی پتلی پتلی سی تھیں۔تمہارے ہاتھ بھی اس کی طرح کے ہی ہیں۔" وہ بولا اور الگ ہوا۔

"پہنا دیں۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔آواز میں خالی پن تھا۔

فریڈرک نے اس کا ہاتھ تھاما۔ اسے دکھ ہوا۔اسے اپنی محبت تو مل گئی تھی لیکن اسے اپنی محبت سے محبت نہیں ملی تھی۔اس کا دل چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔کاش کہ وہ فریڈرک سے کبھی محبت نہ کرتی۔کاش کہ اس کی بہن نہ مرتی......کاش کہ وہ اسے وہاں نہ لے کر جاتی...... جہاں سے وہ واپس نہیں آسکی تھی......کاش یہ کاش وہ......

"تم اسے اب کبھی اتارنا مت......"

اسے فریڈرک کے الفاظ آج بھی یاد تھے۔اس کی آنکھیں اس انگوٹھی سے جڑی تلخ یاد میں نم ہوگئیں۔اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کیے۔

اتنے سالوں سے وہ یہ انگوٹھی پہن رہی تھی۔فریڈرک کی جب بھی اس پر نظر پڑتی تھی تو وہ اسے اس کی بہن کی وجہ سے ہی یاد کرتا تھا۔اس نے آج تک یہ نہیں سنا تھا کہ یہ انگوٹھی اس کی ہے۔وہ کہتا تھا کہ یہ تمہاری بہن کی ہے۔ایسے میں اس کا دل اپنی بہن سے مزید کٹھا ہو چکا تھا۔ وہ کیا سحر چھوڑ گئی تھی فریڈرک پر...... وہ مری نہیں تھی......وہ تو جیسے صرف کہیں غائب ہوگئی تھی...... وہ اتنے سالوں بعد بھی فریڈرک کی بیوی تھی......اور وہ...... وہ صرف سوفین کی خالہ یا

اس کی پہلی بیوی کی بہن...... وہ سوچا کرتی تھی کہ اسے یہاں سب کچھ ملا تھا لیکن......عزت نہیں......قدر و قیمت نہیں......

اس کا اپنا کوئی نام نہ تھا......کوئی مقام نہ تھا......وہ ملکہ دوئم تھی......صرف......

وہ اٹھی اور اپنی الماری کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ وا کرنے پر سامنے چار دراز تھے۔ اس نے پہلا دراز کھولا۔ وہاں ایک لفافہ تھا۔ اس نے وہ اٹھایا۔ لفافہ چھوٹا ہی تھا۔ اس نے لفافے میں سے ایک کاغذ نکالا۔ اس کاغذ پر کسی کا خاکہ تھا۔ وہ ایک لڑکی تھی۔ بڑی بڑی آنکھوں والی...... گہرے بھورے بالوں والی......کھل کر مسکرانے والی......ایک لڑکی......اس کی بہن...... سوفین کی ماں......فریڈرک کی بیوی......ملکہ اوّل......

آج اتنے سالوں بعد اس نے اس کا خاکہ دیکھا تھا۔ اسے شدید دکھ ہوا تھا۔ آخر کیوں وہ چلی گئی تھی؟ کیوں وہ اس طرح سے کہیں غائب ہوگئی تھی؟ کیوں وہ سب کے سامنے مر کر بھی کسی کے دل و دماغ میں نہیں مری تھی؟

اسے غصہ آیا۔ اس کے جانے سے سب سے زیادہ نقصان اسی کا ہوا تھا۔ اسے کہیں بھی قبول نہ کیا گیا تھا۔ اس کے پاس یہ محل تھا لیکن اس کا دل خالی تھا۔ اس کے دل میں اس کا شوہر تھا لیکن اس کے شوہر کے دل میں وہ نہیں تھی۔ اس کا شوہر آج بھی اس سے محبت نہیں کر سکا تھا۔ وہ تنہا ہی تو رہ گئی تھی۔ اور اس سب کی ذمہ دار اس کی بہن تھی۔ ملکہ اوّل......

اس نے وہ خاکہ مٹھی میں دبوچ لیا۔ لڑکی کی مسکراہٹ سمٹ سی گئی تھی۔ آنکھوں میں اب خوف واضح تھا۔ بالوں میں اب کشش نہیں رہی تھی۔ اس کی زندگی کو سلوٹ بنانے والی اس

لڑکی کا خاکہ اب سلوٹوں سے بھر گیا تھا۔ سامنے جلتے آتش دان میں اس نے وہ خاکہ پھینک دیا۔

آتش دان کی چنگاریاں اس کاغذ کو کھا چکی تھیں۔

آتش دان......ایک آتش دان اس کی آنکھوں میں بھی تھا۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

اس نے مڑ کر دیکھا۔

☆☆☆☆☆

کنیزیں نینی کی بات کے چند گھنٹے بعد ہی ان کی دھمکی کو بھول بیٹھی تھیں۔ وہ پھر سے پرندوں کے غول کی طرح اکٹھی بیٹھی تھیں۔ زیرِ بحث موضوع ڈیبرا تھی۔

"قسم سے سچ کہہ رہی ہوں۔ اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ڈرامے کر رہی تھی بس۔ میں نے خود سنا ہے۔" وہ کنیز مرچ مصالحے لگا کر کنیزوں کو سارا معاملہ بتا چکی تھی۔

"مجھے تو پہلے ہی پتا تھا۔ میں نے جب اس کی شکل دیکھی تھی گرتے وقت تو مجھے پتا چل گیا تھا کہ یہ جھوٹ بول رہی تھی۔ دیکھا اب سچ سب کے سامنے آ گیا ہے۔" وہ ڈیبرا کے ساتھ ہی موجود تھی۔ اپنی پیشن گوئی کو درست ثابت ہوتا دیکھ کر اسے بڑی خوشی ہو رہی تھی۔

"تو اور......ایک نمبر کی جھوٹی ہے۔ ابھی کل ہی نینی کے پاؤں پڑ گئی تھی۔ کہتی میں نے کنیزوں سے کہا تھا کہ کمرہ صاف کرنے کے لیے۔ ایک دفعہ بھی ہمیں نہیں کہا اس نے۔ باورچی بتا رہا تھا کہ صبح دوپہر شام اس سے تازہ پھلوں کے رس نکلواتی ہے۔ دیکھا نہیں کتنی صاف رنگت ہے اور جلد پر کوئی دانہ بھی نہیں ہے۔ اس کے تو مزے ہیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔" ایک

کنیز نے اپنی معلومات فراہم کیں۔

کنیزوں نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔

''صحیح کہا۔کاش میں بھی ڈیبرا ہوتی۔''ایک کنیز نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''ڈیبرا ہونا آسان نہیں ہے۔ ہر وقت ڈرامے اور جھوٹی باتیں کرنی پڑتی ہیں۔کام چوری کرنی پڑتی ہے اور سارے ملبے دوسروں پر گرانے پڑتے ہیں۔کیوں میں نے صحیح کہا ناں......'' وہ اتراتے ہوئے بولی جیسے اس نے بہت پتے کی بات کی تھی۔

''کہہ تو ٹھیک ہی رہی ہو۔رکو ذرا میں باورچی کو بتا کر آتی ہوں۔تب تک تم سب یہ چیزیں ٹھیک کر دو۔ پلیز میری بھی کر دینا۔ میں ذرا باورچی خانے میں جا رہی ہوں۔''وہ جان چھڑواتے ہوئے وہاں سے نکل گئی۔اب باورچی کو ڈیبرا کے ڈراموں کے بارے میں بتانا تھا۔

''کتنی چالاک ہے۔کام چور۔کیسے بہانے سے نکل گئی یہاں سے۔میں تو کہتی ہوں نہ کرنا اس کی چیزیں ٹھیک۔خود ہی نینی سے جب درّے کھائے گی تو عقل آ جائے گی۔ڈیبرا کو کام چور کہہ رہی ہے اور خود بھی یہی کر رہی ہے۔''

وہاں کوئی کسی سے راضی نہ تھا۔ابھی سب ڈیبرا کی برائیاں کرنے میں مشغول تھیں اور اب

......

باورچی خانے میں داخل ہونے سے قبل ہی اسے ڈیبرا کی آواز آ گئی تھی۔وہ تیز تیز بول رہی تھی جو اس کا انداز تھا۔

''اتنی بے غیرت کنیزیں ہیں۔کوئی بھی آگے نہیں بڑھ رہی تھیں۔کسی کو ہوش نہیں تھی کہ جا

کر طبیبہ کو ہی لے آئیں۔ میں ادھر درد سے تڑپ رہی تھی اور وہ بت بنی کھڑی تھیں۔ لے بھی آؤ اب جوس۔ ساری توانائی ختم ہوگئی ہے گرنے سے۔'' قصہ سناتے سناتے اسے جوس کا خیال آیا تو باورچی کو گھورنے لگی۔

''کسی کو بھی احساس نہیں ہے آپ کا ڈیبرا مادام۔'' باورچی کی مددگار کنیز نے چاپلوسی کرتے ہوئے کہا۔ ڈیبرا کو سن کر بہت اچھا لگا تھا۔

''بالکل صحیح کہا۔ جتنا احساس ڈیبرا مادام کو ہمارا ہے شاید ہی ملکہ کو بھی ہو۔ ڈیبرا مادام کی وجہ سے ہی تو تم آج اس باورچی خانے میں برتن مانجھ رہی ہو۔'' باورچی نے جوس کا گلاس ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شرارت کا عنصر نمایاں تھا۔

''سچی؟ ڈیبرا مادام......آپ کتنی اچھی ہیں۔ برتن مانجھنا تو دنیا کا سب سے اچھا کام ہے۔ مجھے تو بچپن سے ہی بہت شوق تھا برتن دھونے کا۔ آپ کی وجہ سے یہ شوق پورا ہوا۔'' کنیز اس کے سامنے بچھی بچھی سی جا رہی تھی۔

ڈیبرا کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔ نامحسوس انداز نے اس نے اپنی گردن اکڑائی۔ تو وہ کیا کسی ملکہ سے کم تھی؟ وہ گردن اکڑا سکتی تھی۔

''اچھا بس بس۔ میں جانتی ہوں میں بہت اچھی ہوں۔ کسی ضرورت مند کو دیکھ کر میرا دل بہت دکھتا ہے۔ جب تک میں اس کی مدد نہ کردوں مجھے سکون نہیں آتا۔ پتا نہیں میرا دل ایسا ہی ہے۔'' وہ ماہان بنتے ہوئے بولی۔ انداز ایسا تھا جیسے کوئی فخر و غرور تھا ہی نہیں۔ ''جوس تو کافی اچھا ہے۔ میرا رنگ اتنا خراب ہوگیا ہے جب سے میں گری ہوں۔ ایک دو گلاس اور بنا کر میرے

کمرے میں بھیج دینا رات کو۔ میں انتظار کروں گی۔ تمہیں بھی میرا خیال نہیں ہے ویسے۔'' وہ گلاس شیلف پر رکھ کر واپس چلی گئی۔ دروازے کے پار اسے کنیز نظر آئی تھی جو باورچی کو ڈیبرا کی اصلیت بتانے والی تھی۔

''اے لڑکی، تم کیا کر رہی ہو ادھر۔ کھا کھا کر پیٹ پھٹ جائے گا تمہارا۔ کچھ رحم کرلو اپنے معدے پر۔'' وہ اس پر برس پڑی۔ اسے جہاں کوئی کنیز نظر آتی تھی اور ڈیبرا مادام بن جاتی تھی۔ اسے رعب رکھنا اچھا لگتا تھا۔

''میں تو...... میں تو پانی لینے آئی تھی بس۔''

''پانی پی پی کر اندر تالاب بنا دینا اب۔ ایک دو مچھلیاں بھی لے جاؤ تا کہ ان بے چاری مچھلیوں کو پانی میں رہنا نصیب ہو۔ ہٹو میرے سامنے سے۔'' بے ساکھی سے ہٹنے کا اشارہ کرتی وہ آگے بڑھ گئی۔ باورچی اور برتن دھونے کے عہدے پر فائز کنیز نے سارا منظر نظر بند کر لیا تھا۔ وہ لڑکی اندر چلی گئی۔

بے ساختہ قہقہے باورچی خانے میں گونج اٹھے۔

☆☆☆☆☆

باغ کے ایک کونے میں عقبی جنگل میں جانے کا راستہ موجود تھا۔ جنگل بس نام کا ہی جنگل تھا۔ وہاں کوئی وحشی جانور اور بہت زیادہ درخت نہیں تھے۔ اس کا رقبہ بھی بہت زیادہ نہیں تھا لیکن اگر مینار والی کھڑکی سے اسے دیکھا جائے تو وہ گھنا جنگل ہی لگتا تھا۔ جنگل میں خود سیر کرو تو درختوں کے درمیان فاصلہ موجود تھا البتہ درخت کافی لمبے تھے۔

سوفین اوراوک جانے کو تیار تھے۔

''وہاں محافظ کھڑے ہیں اوک۔ ہم ان سے بچ کر کہاں کیسے جائیں گے؟'' سوفین نے دور سے اس عقبی دروازے پر مامور محافظوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے ایک بار پھر سے اپنا یہاں سے باہر جانا ناممکن ہی لگ رہا تھا۔ اوک اسی دروازے سے آتا جاتا تھا لیکن وہ شہزادی تھی۔ وہ ایسے یہاں سے باہر نہیں جاسکتی تھی۔

موفل زمین پر کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جو اپنے بھاگنے کے منصوبے پر پانی پڑتا دیکھ کر کفِ افسوس مل رہے تھے۔

''آپ ایک شہزادی ہیں۔ آپ اسے حکم دے کر پیچھے ہٹا سکتی ہیں۔ اوک اگر کسی ریاست کا شہزادہ ہوتا تو وہ ایسے ہی کرتا۔'' وہ بولا۔

''صحیح کہا۔ اوک ہوتا تو وہ شہزادہ ہوتا، شہزادی نہیں۔ اور تم خوش قسمت ہو کہ تم ایک شہزادی نہیں ہو۔ خاص طور پر شہزادی سوفین......'' وہ اکتاہٹ اور دکھ کے ملے جلے انداز میں بولی۔

''اس بحث کو چھوڑیں شہزادی۔ انسان اپنی زندگی میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اسے شہزادی اور شہزادہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' اوک نے بحث میں پڑنے کی بجائے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ ''اور کوئی راستہ دیکھ لیتے ہیں یہاں سے باہر جانے کا۔''

''کیا تمہاری کوئی بہن ہے؟'' سوفین کا دماغ چلنے لگا۔ وہ کوئی ترکیب سوچ رہی تھی۔

''نہیں......'' اوک نے نا سمجھتے ہوئے کہا۔

''کوئی دوست یا پڑوسن؟'' سوفین نے کہا۔

''ہاں......ایک ہے تو سہی لیکن آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہیں؟'' اوک نے سوال کیا۔

''تم اسے کل محل لے کر آنا۔ مجھ سے ملوانا اور پھر میں تمہیں بتاؤں گی۔'' سوفین آخر میں ذو معنی انداز میں مسکرائی۔ اوک کو کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔

''جو حکم شہزادی۔'' وہ مسکرایا اور سر کو ہلکا سا جھکاتے ہوئے بولا۔

''اب جاؤ اس سے پہلے کہ نینی آ جائیں۔'' سوفین نے باغ کے پار شاہی حصے کی طرف جاتے دروازے کو دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے سکھ کا سانس لیا۔

اوک سر ہلاتا چلا گیا۔ سوفین نے اسے عقبی دروازے کے عقب میں غائب ہوتے دیکھا۔ وہ گہری سانس خارج کرتی مڑ گئی۔ موفل کو تلاشنے کے لیے نظریں گھمائیں تو دیکھا کہ وہ باغ میں پودوں کے پتے توڑ توڑ کر پھینک رہی تھی۔

''موفل یہ کیا کر رہی ہو؟'' وہ ہنس کر اس تک آئی اور اسے گود میں اٹھایا۔ ''چلو اوپر چلیں۔ شام بھی ہونے والی ہے۔ تم نے کچھ کھایا؟''

موفل کے میاؤں میں احتجاج تھا کہ صبح سے اسے وافر مقدار میں کھانا نہیں ملا۔ اس نے ایک دو بار پنجے چلائے تو سوفین کو سمجھ آ گئی۔ وہ ہنس دی اور مینار کی طرف جانے کی بجائے وہ محل کی طرف چل پڑی۔

اندر داخل ہوتے ہی اسے کنیزیں نظر آئیں۔ موفل کے لیے معطمِ خاص کا حکم صادر کرتی وہ واپس چلی گئی۔

مینار کی کھڑکی میں سورج کے نیچے جانے کا منظر صاف واضح تھا۔آسمان میں مختلف طرح کے رنگ بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان نارنجی اور زرد رنگ کا ملاوٹ ذدہ دائرہ چمک رہا تھا۔دو چار پرندے کھڑکے کے سامنے سے گزرے اور ایک پل کے لیے اس کی توجہ پرندوں کی طرف مبزول ہوئی۔انہیں آزادی سے اڑتا دیکھ کر وہ خوش ہوئی لیکن واپس خود کو اس مینار کی چوٹی پر پا کر افسردہ......

کیا وہ ایسی ہی ایک شہزادی تھی جو میناروں میں بند کر دی جاتی ہے؟

کیا وہ بھی ایک ایسی شہزادی تھی جس کا محبوب اسے مینار کے نیچے سے پکارتا ہے اور وہ اسے اپنے لمبے بالوں کی مدد سے اوپر بلاتی ہے؟

افسوس......نہ تو اس کے پاس محبوب تھا......نہ لمبے بال......

☆☆☆☆☆

وہ اپنے چھوٹے سے گھر میں واپس آیا۔دروازہ کھلتے ہی اس نے سامنے پڑی دو چار پائیوں میں سے ایک پر اپنے والد کو محوِ آرام پایا۔چار پائیاں ایک کونے میں تھیں اور دوسرے کونے میں مٹی کا چولہا تھا جس کے نیچے لکڑیاں رکھی گئی تھیں۔چولہے سے کچھ اوپر چھوٹی سی کھڑکی تھی جو چمنی کے طور پر بھی مستعمل تھی۔چھوٹے سے کچن میں برتنوں کا بکھیرا تھا۔اپنے والد کو بےفکری کی نیند سوتا دیکھ کر اس نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

''بابا......بابا آپ کب تک سوتے رہیں گے؟ سارا دن آپ ایسے ہی سوتے رہتے ہیں اور کوئی کام نہیں کرتے۔کام پر جانے سے پہلے آپ کو سوتا چھوڑ کر جاؤ اور واپس آ کر بھی آپ کو

سوتا ہی دیکھو۔ حد ہوتی ہے کسی چیز کی۔ بابا، اٹھ جائیں اب۔ صبح سے شام ہوگئی ہے۔ کوئی ہوش نہیں ہے آپ کو۔'' وہ قدرے بلند آواز میں بولا کہ شاید اس کا سویا ہوا باپ جاگ جائے مگر نہ ......وہ گدھے گھوڑوں کے دام لگانے میں مصروف تھا۔

''اچھا ہی ہوا آپ نے مجھے کام سکھا دیا ورنہ ہم دونوں ہی بھوکے مرتے۔ بھوکے تو ابھی بھی مر رہے ہیں۔ آپ کم از کم کھانا تو بنا ہی سکتے تھے لیکن آپ کو سونے سے فرصت ملے تو آپ کوئی اور کام کریں۔ صبح کام پر جاؤ اور تھک ہار کر گھر آؤ تو کھانا بھی نہیں ملتا۔ میں یہ سب اور نہیں سہہ سکتا۔ بابا...... بابا......'' آخر میں اس کے لہجے میں غصہ تھا۔ ''میں ہی پاگلوں کی طرح بولتا جا رہا ہوں یہاں کسی کو کیا اثر ہونا ہے؟''

''چپ کر جاؤ۔ جب سے آئے ہو میری نیند خراب کر کے رکھ دی ہے۔ دیکھ بھی رہے ہو کہ میں سو رہا ہوں۔'' اس کے بابا کو آخر کار بولنے کے لیے توانائی مل گئی تھی۔

''آپ اور کرتے ہی کیا ہیں؟ سارا دن سوتے ہی تو رہتے ہیں۔'' وہ بیزاریت سے بولا۔

''تنگ آ گیا ہوں میں تمہارے طعنوں سے اوک۔ تم اپنی زندگی پر دھیان دو۔ میری فکر کرنا چھوڑ دو۔ آئندہ اگر تم نے کبھی میری نیند کے بارے میں کوئی بکواس کی تو میں تمہیں گھر سے نکال دوں گا۔'' وہ بھی غصے سے بولے۔ آنکھیں کھول کر اوک کو گھورا جو انہیں ہی گھور رہا تھا۔

''آپ یہ دھمکیاں مجھے کئی بار دے چکے ہیں اور ایک دو بار گھر سے بھی نکال چکے ہیں لیکن جب آپ کی نیند پوری ہو جاتی ہے اور پیٹ سے بھوک کی وجہ سے آوازیں آنے لگتی ہیں تو آپ پھر مجھے گھر بلا لیتے ہیں۔ میرے بغیر آپ دو دن نہیں گزار سکتے۔'' وہ بولا۔ آنکھیں ہنوز باپ پر

ہی تھیں۔

''اب نہیں بلاؤں گا تمہیں۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ میں تمہاری بک بک اور نہیں سن سکتا۔'' وہ اٹھ بیٹھے اور ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ درمیانی عمر کے تھے۔ چہرے پر ٹیڑھی میڑھی داڑھی تھی جو کافی بڑھ چکی تھی اور اب آدھی سے زیادہ سفید ہو چکی تھی۔ ڈھیلا سا کرتا اور پتلون پہن رکھی تھیں۔

''آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا بابا۔'' اوک پر ان کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ چپ چاپ برتن سمیٹنے لگا۔

''نکلو ادھر سے تم۔'' وہ دھاڑتے ہوئے بولے۔ ''اور ہاں...... دروازہ بند کر کے جانا۔''

''کیوں؟ آپ کی نیند پوری نہیں ہوئی ابھی؟'' اوک نے برتن سمیٹ دیے اور واپس باپ کی طرف مڑا۔ ''کیا اور سونا ہے اب؟''

اتنا ہی کہا اور ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر اپنے نشان چھوڑ گیا۔ اوک کو شدید ہتک کا احساس ہوا۔ اس کے باپ کا آخری حربہ یہی تھا۔ وہ اسے ایسے ہی تھپڑوں سے نوازتا رہتا تھا اور اوک اس ہتک کو کئی بار برداشت کر چکا تھا۔

''آپ ایک بہت برے باپ ہیں بابا۔'' وہ نم آنکھوں سے کہتا باہر چلا گیا۔ جاتے جاتے نے اس نے اپنے بائیں ہاتھ سے آنسو صاف کیئے اور دائیں سے دروازہ پٹخ دیا۔ دروازے کی آواز سے اس کے باپ کا دل ہل گیا تھا۔

اوک نے کبھی یہ نہیں کہا تھا۔

☆☆☆☆☆

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تو ملکہ دوئم نے مڑ کر دیکھا۔

''آجاؤ۔'' اجازت ملی تو دروازہ وا ہوا اور ڈیبرا ایک ہاتھ میں بے ساکھی پکڑے کمرے میں داخل ہوئی۔

ملکہ بیڈ کے مخالف سمت میں آتش دان کے سامنے کھڑی تھی۔ڈیبرا نے اسے پہلی نظر دیکھا تو اسے اس کی آنکھوں میں آتش اور چہرے پر غصہ نظر آیا۔اس نے پل بھر میں ہی نظریں جھکا لیں۔

''ملکہ......''اس نے کورنش بجایا۔''آپ نے یاد کیا۔''ادب سے پوچھا گیا۔

''ہاں......آؤ۔'' وہ چلتے چلتے دیوان تک آئی اور اپنا پیروں تک آتا لباس جھٹکے سے پھیلا کر اس پر ملکہ کی شان کی طرح براجمان ہوئی۔

''یہ بے ساکھی کس لیے؟''اس نے سوال کیا۔

''وہ......ملکہ میں گر گئی تھی۔میری پسلی......''

''ڈیبرا جھوٹ مت بولو۔تمہیں کچھ نہیں ہوا۔'' اسے ڈیبرا کے جھوٹ سے اکتاہٹ ہوئی۔''مجھے زہر لگتا ہے جھوٹ بولنا۔تم میری خاص خادمہ ہو اور تم اگر اتنے اتنے معاملات میں میرے سامنے جھوٹ بولو گی تو میں بڑے بڑے معاملات میں تم پر کیسے یقین کروں گی؟''

''معاف کیجیے گا ملکہ......لیکن میں نے کنیزوں کے سامنے بس......''

''تمہاری وضاحتوں کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔یہ بتاؤ کہ اس سارے ڈرامے میں تم

نے اپنی ڈیوٹی پوری کی ہے یا نہیں؟'' وہ اب مدعے پر آ گئی تھی۔

''معاف کیجیے گا ملکہ لیکن...... میری ملاقات نہیں ہو سکی جیکی (Jacky) سے۔'' اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''ڈیبرا میں نے تمہیں پہلے دن ہی بتا دیا تھا کہ میرے پاس ایسے مت آنا۔ مجھے پوری ریاست کے معاملات کی خبر ہونی چاہئے۔ میں تمہارا اور جیکی کا پیٹ اسی لیے بھرتی ہوں۔ تمہاری فضول اور بچگانہ حرکتوں سے مجھے بہت نقصان ہوا ہے۔ دفع ہو جاؤ اب یہاں سے۔ مجھے تمہاری شکل نہیں دیکھنی۔ ایک چھوٹا سا کام کہا تھا اور تم سے وہ نہیں ہوتا۔ نکل جاؤ فوراً۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ڈیبرا پر برس پڑی۔ آنکھوں میں جلتے آتش دان کی تپش سے اس نے ڈیبرا کو بھون دیا تھا۔ وہ الٹے قدموں کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس نے ڈیبرا کو ہر طرف نظر رکھنے کے لیے کہا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا اور اس کے خلاف کوئی چال یا سازش کی جا سکتی ہے۔ اسی لیے اس نے ڈیبرا کو یہ کام دیا تھا۔ جیکی ڈیبرا کا ساتھی تھا۔ ڈیبرا محل کے اندر کی سب خبریں اسے لا کر دیتی تھی اور جیکی ریاست اور دربار میں ہونے والی ساری خبریں ڈیبرا تک پہنچاتا تھا۔ ملکہ دوئم عدم تحفظ کا شکار جو رہتی تھی۔ وہ اپنا ایک خاص مقام بنانا چاہ رہی تھی۔ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں فکرمند رہتی تھی۔

اس کا محل میں تو کوئی مستقبل تھا ہی نہیں......

تو کیا اس کا اس محل سے باہر کوئی مستقبل تھا؟

اور اسے کس خبر کی تلاش تھی جو اس نے جیکی اور ڈیبرا کی مدد لی تھی؟

کیا اتنے سالوں بعد بھی اسے ایسی کی خبر کی تلاش جاری رکھنی چاہیئے جس کے بارے میں وہ ڈرتی تھی؟

کیا لوگ ابھی تک اس کے بارے میں باتیں کرتے تھے؟

اس کے بارے میں...... یا اس چیز کے بارے میں جو اس نے سات پہروں میں چھپا رکھی تھی......

☆☆☆☆☆

سورج اپنی آب و تاب لیے دنیا کے ایک حصے سے دوسرے حصے کی طرف چلا گیا تھا۔ اپنے پیچھے وہ اس حصے کو اندھیرا سونپ گیا تھا۔ اس اندھیرے کی سیاہی کو کم کرنے کے لیے آسمان پر ستارے جگمگ کرنے لگے اور چاند نے دنیا پر اپنی سفید کرنیں بچھا دی تھیں تاکہ سورج کی غیر موجودگی میں انسانوں کو روشنی فراہم کی جا سکے۔ گو کہ یہ روشنی سورج کے مقابلے میں تو کچھ مفید نہ تھی لیکن پھر بھی رات کی خوفناک سیاہی میں اس روشنی سے کافی مدد مل جاتی تھی۔

زندگی میں کبھی کوئی سورج کی طرح چمکتا ہے اور کوئی چاند کی طرح چمکتا ہے۔ حالات کی سنگین سیاہی میں کسی کی چاند کی طرح تھوڑی سی چمک بھی کسی دوسرے کی زندگی میں سورج کا کام ہی کرتی ہے۔ لہذا کبھی انسان سورج کی طرح چمکے تو کبھی چاند کی طرح...... لیکن مقصد دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہو تو یہ چمک سب سے بہتر ہے۔

موفل کھانا کھا رہی تھی اور نینی اسے گھور رہی تھیں۔ سوفین نے کاسنی رنگ کا کام دار جوڑا پہن رکھا تھا۔ وہ نینی کے کافی سمجھانے کے بعد راضی ہوئی تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔

بھورے بالوں کو سمیٹ رکھا تھا لیکن وہ اس کی کمر پر بکھرے پڑے تھے۔کاسنی رنگ کا جوڑا اس کی قد و قامت کے عین مطابق تھا۔سفید دستانوں سے کچھ اوپر تک آستینیں بھی جالی دار تھیں جن پر ستاروں کی طرح چمک تھی۔لباس کا کونا کونا موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔نیچے پہنی سفید جوتی اس کے پیروں میں جچ رہی تھی۔گلے میں لٹکتا وہ سبز پتھر والا ہار اس کی گردن کے ساتھ جڑا تھا۔ اس ہار کی چمک موتیوں پر حاوی تھی۔

''بہت خوبصورت لگ رہی ہیں شہزادی۔'' نینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شکریہ نینی۔'' وہ خوش نظر آ رہی تھی۔

''چلیں اب یہ لباس اتار دیں۔میں اسے آپ کی الماری میں رکھوا دیتی ہوں۔درزی کہہ رہا تھا کہ ذرا احتیاط سے رکھنا۔'' نینی نے اسے بتایا۔وہ آئینے میں بار بار اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔

''بس ایک تاج کی کمی ہے۔'' نینی کی بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔

''میں کل ہی سنار کو بلا بھجواتی ہوں۔'' نینی نے فوراً کہا۔انہیں اچھا لگا تھا کہ سوفین نے خود اس کا ذکر کیا تھا۔

''ضرور......'' اس بار وہ خوش تھی۔شاید اسے لباس بہت اچھا لگا تھا یا وہ اوک کے ساتھ یہاں سے باہر سے جانے کی وجہ سے خوش تھی۔اوک......

☆☆☆☆☆

اوک جب اپنی چھوٹی سی جھونپڑی کا دروازہ بھینچ کر باہر نکلا تو وہ اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔گندمی رنگ والی لڑکی جس نے بالوں کو جوڑے میں جکڑ رکھا تھا۔کالا لباس پہن رکھا تھا جو

اس کے گھٹنوں تک آتا تھا۔ وہ اوک کو ایسے باہر آتا دیکھ کر قدرے حیران ہوئی کیونکہ اس نے اوک کو آنکھیں رگڑتے دیکھ لیا تھا۔

اوک اوسط درجے سے بھی ایک درجہ نچلے علاقے میں رہتا تھا۔ اس علاقے میں کسی کا بھی گھر پکی اینٹوں کا نہ تھا۔ سب کی جھونپڑیاں ہی تھیں۔ اس علاقے میں بارش بہت کم ہوتی تھی اسی لیے ان جھونپڑیوں کی عمر زیادہ ہی تھی۔ یہ علاقہ چھوٹی چھوٹی گلیوں میں مستقم تھا۔ گلیوں میں آمنے سامنے گھر تھے۔ دیکھنے میں جھونپڑیاں......لیکن رہنے والوں کے لیے گھر......

''کیا ہوا اوک؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا۔ آنکھوں میں اوک کے لیے فکر مندی کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

''کچھ بھی نہیں مینا(Meena)۔'' اوک نے اس سے نظریں نہیں ملائی تھیں۔ ممکن تھا کہ اس کی آنکھیں اس وقت بھی کچھ نم ہی تھیں۔

''اوکے، تم نہیں بتانا چاہ رہے تو ٹھیک ہے۔'' وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔ ''میں یہ تمہارے لیے لائی تھی۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑا ڈبہ اس کے سامنے کیا۔ اوک نے ڈبہ دیکھا اور وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اس کے لیے کھانا لائی ہے۔

''اوہ، شکریہ......'' اس نے ڈبہ پکڑتے ہوئے کہا۔ اس دوران اوک کا ہاتھ مینا کے ہاتھ سے مَس ہوا تھا۔ مینا دھیما سا مسکرائی۔

''شکریہ کی ضرورت نہیں۔'' مینا نے کہا۔ ''ویسے اب تم اندر تو جاؤ گے نہیں۔ تو چلو کہیں بیٹھ کر یہ کھا لیتے ہیں۔'' اس نے آنکھوں سے دوسری طرف جانے کا اشارہ کیا۔

اوک نے اس بار اسے دیکھا۔اب شاید اسے پرواہ نہیں تھی کہ اس کی آنکھوں میں نمی تھی یا نہیں؟

''تمہیں کیسے پتا میں نے اندر نہیں جانا؟'' وہ تشویشی انداز میں بولا۔

''اب جھوٹ بول کر کیا کرنا؟'' اس نے کندھے اچکاتے ہوئے ہاتھ ہلائے۔''تم باپ بیٹے اگر اتنی اونچی آواز میں لڑو گے تو پورے محلے میں آواز جائے گی۔ یہ کوئی تمہاری شہزادی سوفین کا محل تو ہے نہیں کہ آواز ایک کمرے سے دوسرے میں نہ جائے۔'' وہ استہزائیہ ہنسی ہنسی۔

''اس کا مطلب ہے کہ اگلی بار آہستہ آواز میں لڑائی کرنی چاہیئے۔'' اوک نے سر جھٹکا اور اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ مینا نے اسے جاتے دیکھا اور پل بھر کو وہ دیکھتی ہی رہی پھر ایک دم جیسے ہوش میں آئی اور اس کے پیچھے لپکی۔اتنے میں اوک اپنی آنکھوں کو مکمل طور پر نمی سے پاک کر چکا تھا۔

''آہستہ آواز میں لڑنے سے بھی بہتر ایک چیز ہے۔'' اس نے مشورہ دینا چاہا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔اوک کبھی ہاتھ میں پکڑے ڈبے کو دیکھ رہا تھا اور کبھی سامنے راستے کو۔اکا دکا لوگ بھی ان تنگ گلیوں میں موجود تھے لیکن سب اپنے دھیان ہی آ جا رہے تھے۔

''اور وہ کیا؟'' وہ اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولا۔

''کہ تم دونوں لڑا ہی نہ کرو۔'' اس نے جھٹ سے کہا۔

اوک نے بے ساختہ قہقہہ بلند کیا۔''مجھے پتا تھا تم یہی کہو گی۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔ مینا کو

اس کا انداز عجیب سا لگا۔

''اس میں ہنسنے، بلکہ قہقہہ لگانے والی تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔'' وہ برا مانتے ہوئے بولی۔

''مینا میں تھک گیا ہوں۔'' اوک نے ہار ماننے والے انداز میں کہا۔ ''چلو کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ میں یہ بھی کھا لوں گا۔ کیا بنا کر لائی ہو؟'' اس نے ڈبے کو اوپر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''تمہاری پسند کے چاول......'' وہ بولی۔

''چلو شکر ہے کچھ تو اچھا ملا۔''

وہ دونوں چلتے چلتے ان گلیوں سے باہر نکل آئے۔ سامنے اب کھلا میدان تھا جس کے سامنے ہی شاہی محل اپنی اسی شان اور مرتبے سے کھڑا سب کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ اوپر مینار کو دیکھا جس کی کھڑکی خالی تھی۔ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ شام کی ہوائیں ان دونوں کو اپنی آمد کا پتا دیتی تھیں۔ اوک اور مینا نے وہیں ایک گھاس کے ٹکڑے کو اپنا بستر سمجھ کر بسیرہ جما لیا۔ اوک نے ڈبہ کھول کر سامنے رکھا اور چاولوں کی بکھرتی خوشبو سونگھی۔ مینا اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

''اب بولو۔'' مینا نے سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا۔

اوک نے گہری سانس لی۔ ''میں پچھلے دو تین سالوں سے بابا کو ایسے ہی بے سدھ پڑا دیکھ رہا ہوں۔ میں نے ان سے باہر کے کام کی امید تو ختم کر دی ہے لیکن اب کیا وہ کھانا بھی نہیں بنا سکتے؟ مجھے انہیں ایسے دیکھ کر افسوس بھی ہوتا ہے لیکن اس سب میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں بابا کو

ایسے نہیں دیکھنا چاہتا۔انہوں نے مجھے باغبانی سکھائی ہے اور اب خود اس سب سے برّ ءالذمہ ہو گئے ہیں۔وہ تو محل والے ہم پر ترس کھا کر کچھ زیادہ پیسے دے دیتے ہیں لیکن اگر مجھے محل میں کام نہ ملتا تو بتاؤ ہم کھانا کیسے کھاتے؟'' وہ اپنا دل مینا کے سامنے کھول رہا تھا۔ مینا اس کی پڑوسن تھی اور وہ بچپن میں ساتھ ساتھ ہی کھیلتے تھے۔

''میں کھانا بناتی تو ہوں۔ایک دو پیالے زیادہ بن جائیں گے تو کیا فرق پڑ جائے گا اوک؟'' مینا نے جیسے اسے حل بتایا۔

اوک نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا۔''تم میرے بابا کو سمجھانے کی بجائے ان کا ساتھ دے رہی ہو؟ مجھے تم سے ایسی بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔'' وہ سر نفی میں ہلاتا چاول کھانے لگا۔

''اوک......'' اس نے اوک کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔''میں تمہاری پریشانی سمجھتی ہوں لیکن اب تمہارے بابا کو کون سمجھا سکتا ہے؟ تم کھانے کی فکر نہ کیا کرو۔ میں بنا دیا کروں گی۔''

اوک نے اسے دیکھا۔''مینا، بات کھانا بنانے کی نہیں ہے۔ وہ ایسے کب تک رہیں گے؟ مجھے دکھ ہوتا ہے انہیں ایسے دیکھ کر۔''

''چھوڑو انہیں۔ ہمارے بس میں انہیں سمجھانا نہیں ہے۔تم یہ بتاؤ آج محل گئے تھے تو کیسا رہا سب؟'' مینا نے بات کا موضوع بدلتے ہوئے محل کا ذکر چھیڑا۔اوک کا ذہن بھی باپ سے ہٹا اور وہ اسے محل میں گزرا دن بتانے لگا۔ساتھ ساتھ اس نے چاولوں سے پیٹ بھر لیا تھا۔

''ہاں......اور شہزادی نے کہا ہے کہ کل تم ان سے ملنے آؤ۔'' اسے یاد آیا تو اس نے مینا

سے کہا۔

''میں......'' وہ حیران ہوئی۔ایسا پہلی بار ہی ہوا تھا۔

''ہاں......تم کل چلنا میرے ساتھ۔''

''مگر کیوں؟'' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

''شہزادی کا حکم ہے۔ماننا پڑے گا۔'' اس نے کندھے اچکائے اور مسکرایا۔مینا نے اسے آج کی ملاقات میں پہلی بار مسکراتے دیکھا تھا۔

سورج کی کرنیں رخصت ہو چکی تھیں۔آسمان پر رات چھانے کے اثرات نمایاں تھے۔وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

''یہ ڈبہ مجھے دے دو۔'' مینا نے کہا۔

''اس میں ابھی چاول باقی ہیں۔بابا ضرور گھر کے باہر بیٹھے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔بھوک لگی ہوگی انہیں اسی لیے۔'' اس نے معصومانہ انداز میں کہا اور مینا نے اب کی بار اپنا قہقہہ فضا میں چھوڑا۔

''تم دونوں باپ بیٹے سمجھ سے باہر ہو۔'' وہ ہنس کر بولی۔اوک نے کچھ نہ کہا۔

جیسا کہ اوک نے پیشن گوئی کی تھی کہ اس کے بابا گھر کے باہر اس کے منتظر ہوں گے،تو ویسا ہی ہوا۔مینا انہیں دیکھ کر ہنس کر اوک سے الگ ہوگئی۔اوک نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے باپ کو دیکھا۔

''اوک......'' وہ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھے۔''تم آ گئے بیٹا......''

''جی......'' وہ بے تأثر انداز میں بولا اور وہ دونوں اندر چلے گئے۔

دوسری طرف مینا بھی گھر پہنچ چکی تھی اور اسے رہ رہ اوک کی بات یاد آ رہی تھی کہ شہزادی سوفین نے اسے یاد فرمایا ہے۔شہزادی سوفین......

☆☆☆☆☆

اس نے لباس بدل کر نینی کو واپس کر دیا تھا۔ نینی کمرے سے جا چکی تھیں اور وہ دونوں اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف تھیں۔رات کی ہواؤں کو کمرے میں آنے کے لیے کھلی کھڑکیوں سے گزرنا پڑا۔ان میں سے ایک کھڑکی کے آگے بنی جگہ پر وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔ نگاہوں میں محل کے عقبی جنگل کا منظر تھا۔

وہ کبھی کبھی ہی اس کھڑکی پر بیٹھتی تھی۔زیادہ تر وہ سامنے والی کھڑکی پر بیٹھا کرتی تھی۔

وہ اندھیر جنگل کو دیکھ رہی تھی۔

اور......پھر اچانک اسے دھواں سا نظر آیا......

اس دھویں کے نیچے اسے آگ جلتی دکھائی دی تھی......

اس نے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہا لیکن سلاخیں رکاوٹ بنی رہیں......

اسے یہ آگ اور دھواں پہلے بھی کئی بار نظر آتا تھا......

صبح کی روشنی میں وہ جب بھی جنگل کو دیکھتی تو وہاں کچھ بھی نہ ہوتا......

اسے تجسس ہو رہا تھا کہ وہ دھواں اور آگ اسے رات میں ہی کیوں نظر آتے ہیں......

وہ سوچ سوچ کر ہی رہ جاتی کیونکہ وہ اس وقت تو کسی صورت بھی محل سے باہر نہیں جا سکتی

تھی......

''وہاں رات میں ایسا کیا ہوتا ہے موفل؟'' اس نے حیرت سے موفل سے سوال کیا۔

''میاؤں میاؤں میاؤں میاؤں۔'' موفل نے اپنی زبان میں اس کے سوال کا جواب دیا۔

اس نے طنزیہ انداز میں موفل کو دیکھا۔

''میاؤں میاؤں تو ایسے کر رہی ہو جیسے مجھے تمہاری زبان سمجھ آتی ہے۔'' وہ طنز کرتے ہوئے بولی اور وہاں سے اٹھ گئی۔ اٹھتے ہوئے بھی جب اس نے ایک آخری نگاہ جنگل پر ڈالی تو وہ دھواں اور آگ ہنوز تھی۔

تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور وہ جانتی تھی کہ رات کے کھانے کے لیے اسے بُلا بھیجا ہوگا۔ وہ خود کو ایک نظر آئینے میں دیکھنے لگی۔ سبز چمکتے ہار کو اس نے چھوا اور مڑ گئی۔

دروازہ کھولا اور کنیز کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس نے موفل کو کھانا کھلانے کا کہا۔ کنیز سر ہلاتی موفل کو گود میں اٹھانے کے لیے آگے بڑھی۔ موفل کے احتجاج کرنے پر اسے اس کی شاہی ٹوکری میں بٹھا کر نیچے لے جایا گیا۔ اس بلی کے بھی عجب نکھرے تھے۔ شہزادیوں کے اصول سوفین سے زیادہ تو وہ سیکھ رہی تھی۔ موفل کو شہزادی ہونا چاہیئے تھا اور سوفین کو اس کی بلی۔ کم از کم ایسا کرنے سے نینی تو موفل سے خوش رہتیں۔

☆☆☆☆☆

وہ دروازے کے پاس کھڑی اس کی منتظر تھی۔ وہ آج پورا دن اس سے مل نہیں پائی تھی اور اپنی جھوٹی بیماری کا بہانا بنا کر تو محل سے باہر جانا بھی ممکن نہ ہو سکا۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ

یہاں ضرور آئے گا۔اس نے اپنے پیروں تک آتے لباس کی نادیدا سلوٹ درست کی اور اپنے سر پر رکھی چھوٹی سی ٹوپی جس کے ساتھ ہی ڈوپٹہ جڑا تھا،کو ٹھیک کیا۔یہ ٹوپی اس کے عہدے کی نشانی تھی اور اس کا ڈوپٹہ اس کی کمر پر جھول رہا تھا۔اسے یہاں آئے کافی دیر ہو چکی تھی۔

دیوار پر لگی گھڑی اسے وقت تیزی سے گزرنے کا پیغام دے رہی تھی۔

یہ دروازہ ایک راہداری کے آخر میں تھا۔اس کے آگے محل کا بیرونی حصہ تھا جہاں کنیزوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ دوسری بات یہ کہ وہاں محل کے محافظ رہتے تھے اس وجہ سے بھی عورتوں کو وہاں جانے سے منع کیا گیا تھا۔اگر کسی کو کوئی کام ہوتا تو وہ ایک محافظ کے ساتھ ہی اس حصے میں آتی تا کہ کسی بھی قسم کا مسئلہ درپیش نہ آئے۔مگر ڈیبرا یہاں سب کنیزوں کی سربراہ تھی تو اسے کسی بھی محافظ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اکیلی ہی بہت بھاری تھی۔

تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور ڈیبرا کی منتظر نگاہیں اس طرف اٹھیں۔اس نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا۔

''کہاں رہ گئے تھے تم جیکی؟ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔'' وہ اس وقت ڈیبرا مادام نہیں تھی بلکہ صرف ڈیبرا تھی۔ یہاں وہ رعب نہیں جھاڑتی تھی۔ یہاں اس کے لہجے میں صرف نرمی ہی رہتی تھی۔ یہاں وہ ایک خاتون تھی۔فقط......

''تمہیں تو پتا ہی ہے کتنے کام ہوتے ہیں۔ابھی ابھی واپس آیا ہوں اور وقت دیکھا تو فوراً ادھر آ گیا۔تم کل نہیں آئی تھی۔'' جیکی کا سفید چہرہ کسی بھی قسم کے بالوں سے آزاد تھا۔وہ دبلا پتلا سا آدمی تھا۔عمر میں وہ ڈیبرا سے کچھ کم ہی لگتا تھا مگر ڈیبرا کے مطابق وہ اس سے تین چار سال بڑا

ہی تھا۔سپاہیوں والا لباس پہنے وہ ڈیبرا سے قد میں کچھ انچ لمبا ہی تھا۔

''ہاں......کل بس میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ تم میرا انتظار کر رہے ہو گے مگر میں آ نہیں سکی۔'' اس نے کہا۔وہ اب جیکی کو ساری بات نہیں بتا سکتی تھی۔

''کیوں کیا ہوا تمہیں؟'' جیکی فوراً آگے بڑھا اور اپنا ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھا۔''بخار تھا؟''

''بخار...... ہاں...... بخار ہی تھا۔اب نہیں ہے۔'' بخار کا نام سن کر اس نے کچھ اور نہ سوچا۔ بخار بہت عام ہوتا ہے۔ بیماری کا نام سن کر سب سے پہلے بخار کے بارے میں ہی سوال کیا جاتا ہے۔

''اپنا خیال رکھا کرو ڈیبرا۔'' جیکی نے اپنا ہاتھ اس کے ماتھے سے ہٹایا اور اب اس نے ڈیبرا کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ڈیبرا شرما گئی اور نظریں جھکا لیں۔

''تم جو نہیں ہوتے میرا خیال رکھنے کے لیے۔محل کی ڈیوٹی سنبھال کر میں تھک جاتی ہوں اور پھر میرا دل کرتا ہے کہ کوئی میرا بھی خیال رکھے۔اوہ جیکی......'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی اور آخر میں نگاہیں جھکا لیں۔ وہ شاید نم بھی تھیں۔جیکی کو احساس ہوا تو اس نے ڈیبرا کا چہرہ اوپر کیا۔ وہ واقعی رو رہی تھی۔اس نے پلکیں جھپکیں تو آنسوؤں کی ایک لڑی نیچے کی طرف بہہ نکلی۔ جیکی کو دکھ ہوا۔

سچ بات ہے کہ انسان دنیا کے سامنے اور طرح کا ہوتا اور اپنے محبوب کے سامنے اور طرح کا ہوتا ہے۔سوچو اگر کوئی کنیز ڈیبرا کو ایسے دیکھ لیتی تو وہ اپنی آنکھوں پر اعتبار ہی کھو دیتی۔محل میں

ڈیبرا کا الگ روپ تھا اور جیکی کے سامنے الگ......

جیکی نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ڈیبرا کی ہمت مزید جواب دے گئی۔

''میں تھک گئی ہوں جیکی۔اب مجھ سے مزید محل کے کام نہیں ہوتے۔مجھے وہاں ایک عجیب سی عورت بن کر رہنا پڑتا ہے۔ہم شادی کب کر رہے ہیں؟تم مجھے یہاں سے لے چلو۔'' وہ بولی۔

''میں سمجھتا ہوں ڈیبرا لیکن ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم محل سے جڑے رہیں۔اس طرح ہمارے مالی حالات بھی ٹھیک رہیں گے۔ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم محل کے پاس گھر بنا لیں اور رات کو اپنے گھر واپس چلے جایا کریں۔'' جیکی نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔''شاہی خاندان سے جڑے رہنا ہی ہمارے فائدے میں ہے۔''

شاہی خاندان......

''ہائے......ہائے......'' وہ ایک دم جیکی سے الگ ہوئی۔''کتنا وقت برباد ہو گیا۔شاہی خاندان کے رات کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔مجھے ادھر ہونا چاہئے ورنہ وہ کھڑوس ملکہ مجھے جان سے مار دے گی۔بڑی عجیب عورت ہے۔جان بوجھ دو بار کھانا گرم کرواتی ہے۔کئی بار تو گرم کھانے کو بھی دوبارہ گرم کرواتی ہے۔تم جاؤ جیکی۔مجھے جانا ہو گا۔میں کل ملوں گی۔'' وہ اچانک ڈیبرا سے ڈیبرا مادام والے روپ میں آ چکی تھی۔جیکی مسکرا دیا اور وہ اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑاتی وہاں سے چلی گئی۔

جیکی نے اسے جاتے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں ڈیبرا کی محبت صاف نظر آتی تھی۔وہ

جلد ہی اس سے شادی کرے گا۔ایسا وہ اس سے کئی بار کہہ چکا تھا لیکن اب کی بار وہ سنجیدہ تھا۔

راہداری کا موڑ مڑتے جب ڈیبرا غائب ہوئی تو اس نے بھی اپنے عقب میں لگا دروازہ کھولا اور اس کے پیچھے گم ہو گیا۔راہداری میں صرف لالٹین کی زرد روشنی ہی بچی تھی جس نے جیکی اور ڈیبرا کی ساری باتیں گوش گزار کر لی تھیں۔

☆☆☆☆☆

کھانے کی میز پر کھانا چنا جا چکا تھا۔بادشاہ فریڈرک کا انتظار ہو رہا تھا۔سربراہی کرسی کے دائیں اور بائیں طرف سوفین اور اس کی خالہ بیٹھی تھیں۔ڈیبرا وہیں موجود تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ملکہ دوئم نے ایک بار پھر کھانا گرم کروانا ہی ہے۔ نینی اپنی چھڑی سمیت وہیں سب پر نگاہیں جمائے کھڑی تھیں۔ نینی کو دیکھ دیکھ کر ڈیبرا کا سانس سوکھ رہا تھا۔بادشاہ اور ملکہ سے زیادہ تو ڈیبرا نینی سے ڈرتی تھی۔

پورے کمرے میں خاموشی تھی جیسے وہاں کوئی موجود ہی نہ ہو۔سوفین اور اس کی خالہ آپس میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ کسی بھی جملے کا تبادلہ نہیں کیا تھا۔جب دلوں میں فاصلے آ جائیں تو انسان بے شک جتنا بھی قریب موجود ہو، یوں لگتا ہے جیسے سالوں کی مسافت ہے۔آس پاس ہر چیز نے اس فاصلے کو محسوس کیا تھا۔قد آدم کھڑکیوں کے آگے جھولتے پردوں اور فرش پر بچھے دبیز قالینوں نے یہ مسافت دیکھی تھی۔ دیواروں پر نفاست سے بنائے گئے نقش و نگار اور کمرے میں موجود ہر کرسی اور میز ان کے درمیان بڑھتی دوریوں کے شاہد تھے۔اتنے سالوں میں کوئی ایک چیز بھی اس بات کی گواہ نہیں تھی جس نے ان دوریوں کو کم ہوتے دیکھا ہو۔

سوفین نے سفید جالی دار دستانوں میں ادھ چھپے ہاتھ باہم پھنسا کر میز پر رکھے تو اس کا ہاتھ پتھر کی پلیٹ سے مَس ہوا۔ چھری کانٹے ہلے تو خاموشی میں دراڑ پیدا ہوئی۔ اسی دوران دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور خادم نے بادشاہ کی آمد کا اعلان کر دیا۔

''بادشاہ سلامت تشریف لا رہے ہیں۔'' خادم کے اعلان پر سب نے اپنی کمریں سیدھی کیں تاکہ وہ متوجہ نظر آئیں۔ سوفین نے اپنے ہاتھ واپس کھینچ لیے اور بادشاہ کی تعزیم میں کھڑی ہوگئی۔ ملکہ دوئم بھی اپنے چہرے پر سنجیدگی بچھائے بادشاہ کی تعزیم میں کھڑی ہوئی۔

بادشاہ فریڈرک اپنی آب و تاب سے چلتے ہوئے کمرے میں تشریف لائے۔ سب نے کورنش بجایا اور بادشاہ نے سربراہی کرسی سنبھال لی۔ وہ دونوں بھی بیٹھ گئیں۔ کنیزوں نے کھانے کے برتنوں کے ڈھکن ہٹا دیے۔ لزیز کھانوں کی مہک کو سب نے سونگھا تھا۔ ڈیبرا کے منہ میں پانی آ گیا تھا اور اب اسے افسوس ہو رہا تھا کہ بھلا وہ جیکی سے کیوں ملنے گئی تھی؟ اگر وہ جیکی سے ملنے کی بجائے باورچی کھانے میں ہوتی تو کھانا بنانے کے دوران وہ کچھ نہ کچھ ڈکار جاتی۔ کل سے وہ یہ موقع ضائع نہیں کرے گی۔ جیکی سے ملاقات کا وقت بدلنا پڑے گا۔

وہ سوچ رہی تھی۔

''کیسے ہیں سب؟'' بادشاہ نے بات کا آغاز کیا۔ وہ صبح کے بعد اب ساتھ بیٹھے تھے۔

''سب ٹھیک۔'' ملکہ دوئم نے سب کی طرف سے جواب دیا۔

''اور میری شہزادی کیسی ہے؟'' بادشاہ نے سوفین کی طرف شفقتِ پدری سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

سوفین دھیما سا مسکرائی۔اب وہ اپنے باپ کو کیا بتائے کہ وہ کیسی ہے؟ وہ ایک قیدی ہے؟ وہ ایک عام سی شہزادی ہے؟ وہ خوداعتمادی کی کمی کا شکار ہے؟ وہ یہاں سے باہر جانا چاہتی ہے؟ وہ یہ سب کیسے بتا سکتی تھی؟

''ٹھیک ہوں بابا۔آپ کیسے ہیں؟'' وہ کچھ اور نہیں کہہ سکتی تھی۔شاید شہزادیوں کے اصولوں والی کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ شہزادی اپنے دل کی بات اپنے ماں باپ تک سے بھی نہیں کر سکتی۔کون تھا وہ ظالم لکھاری جس نے یہ کتاب لکھی تھی؟

''اپنی بیٹی کو دیکھ کر میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔'' وہ بولے۔

''چلیں بابا کھانا شروع کریں۔'' سوفین نے ایک اچٹتی نگاہ ملکہ دوئم پر ڈالی جو اکتاہٹ سے انہیں باتیں کرتا دیکھ رہی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اگر ایک اور جملہ مزید نکلا تو وہ بیچ میں بول پڑے گی۔سوفین نے اس سے یہ موقع چھین لیا تھا۔اپنا بچاؤ اسی میں ہے کہ کسی دوسرے انسان کو اپنے بارے میں بات کرنے کا کوئی موقع نہ دیا جائے۔جب ایسا ہو گا تو اس کی زبان خود ہی بند ہو جائے گی۔

بادشاہ دھیما سا ہنسا اور پلیٹ میں کھانا نکالنے لگا۔اس کے بعد ملکہ اور سوفین نے بھی کھانا شروع کر دیا۔کچھ دیر خاموشی سے سرکے اور بادشاہ نے پھر سے بات شروع کی۔

''تمہاری سالگرہ کا لباس تیار ہو گیا ہے؟ اس بار کون سا رنگ چنا ہے؟'' بادشاہ نے پوچھا۔امید ہے ملکہ دوئم کا کھانا اب ٹھنڈا نہیں ہو گا۔اس بار تو بادشاہ نے بھی اسے موقع نہیں دیا تھا کہ وہ کچھ بول پائے۔

''کاسنی...... نینی بتا رہی تھیں کہ ماما کو کاسنی رنگ بہت پسند تھا۔'' سوفین کا جملہ بادشاہ کو یادِ ماضی میں لے جا چکا تھا۔ایک پل کے لیے اس کی نظروں کے سامنے سب غائب ہو گیا۔سوفین، ملکہ دوئم، نینی، کنیزیں سب اندھیرے کا حصہ بن گئیں اور اچانک اس اندھیرے میں ایک روشنی سی نمودار ہوئی۔ وہ فریڈرک کے قریب آ رہی تھی اور فریڈرک مدہوش سا اس روشنی کو دیکھ رہا تھا۔وہ اس کی محبت تھی۔سراپا روشنی......

وہ اس تک آئی۔

''فریڈرک......'' اس نے اسے پکارا اور اس کے گال پر اپنے ملائم ہاتھ کا لمس چھوڑ کر واپس مڑ گئی۔فریڈرک کچھ بول بھی نہ سکا مگر فریڈرک نے اس کے لباس کا رنگ دیکھ لیا تھا جو کاسنی تھا۔ وہ کاسنی رنگ کا جوڑا پہن کر ہی اس کی زندگی میں شامل ہوئی تھی۔اسے خود یہ رنگ بہت پسند تھا۔

پل بھر کا یہ منظر ختم ہوا اور وہ واپس حال میں آیا۔سوفین کچھ اور بھی کہہ رہی تھی مگر اس پل میں اس کی سماعت کہیں کھو چکی تھی۔وہ اپنے نام کی پکار ہی سن پا رہا تھا۔

''بابا میں نے تاج بنوانا ہے ایک۔'' سوفین نے کہا۔

فریڈرک نے ناسمجھی سے سر ہلایا پھر جب سمجھ آیا تو حامی بھر لی۔''ضرور ضرور۔نینی آپ سنار کو بلوا لیں۔'' بادشاہ نے نینی سے کہا۔ نینی نے اس کی آنکھوں میں یادِ ماضی کو دیکھ لیا تھا۔ وہ اس کی محبت کی گواہ تھیں۔

''بادشاہ سلامت......'' ملکہ دوئم کے پاس اب کوئی بات نہیں بچی تھی۔اپنی بہن کا ذکر سن کر

اسے اچھا نہیں لگا تھا۔سوفین جان بوجھ کر اس کے سامنے اس کی ماں کا ذکر کیوں کرتی تھی؟

وہ سوچ رہی تھی۔

بادشاہ نے اس کی طرف دیکھا۔وہ سمجھ چکا تھا کہ اسے اپنی بہن کا ذکر ناگوار گزرا ہے لیکن اسے دکھ بھی ہوا تھا کہ وہ فریڈرک کو نہیں سمجھ پائی کہ اس کا ذکر اس کے لیے کتنا اہم ہے۔

''میں کچھ دیر آرام کرنا چاہوں گی۔کیا میں جا سکتی ہوں؟'' اسے بس یہاں سے غائب ہونا تھا۔اسے وہاں جانا تھا جہاں اس کی بہن کا ذکر نہ ہو۔کوئی اس کا ہمدرد نہ ہو......کوئی اس کا محبوب نہ ہو......

''ہم بھی بس فارغ ہو چکے ہیں۔ساتھ ہی چلے جائیں گے۔'' اس نے اپنے تئیں اسے احساس دلایا تھا کہ اس کی موجودگی بھی اہمیت رکھتی ہے لیکن بدگمانیاں ایسی باتوں کو ڈھونگ کا نام دیتی ہیں۔

وہ خاموش ہوگئی اور اب سوفین کو بھی احساس ہوا کہ اسے اپنی ماں کا ذکر شاید ابھی نہیں کرنا چاہئے تھا۔دوسری طرف صبح اس کے کمرے میں اسے وہ ہار دیتے ہوئے تو کہیں سے بھی یہ نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اپنی بہن سے متنفر ہے۔تو اب کیوں......

کچھ دیر بعد بادشاہ نے کھانا ختم کر لیا اور وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔اس کے جاتے ہی ملکہ دوئم بھی جانے کے اٹھ گئی۔

''ڈیبرا۔''

''جی ملکہ۔'' ڈیبرا فوراً آگے بڑھی۔

''میرا کھانا مجھے میرے کمرے میں دے جانا۔اور کھانا دوبارہ گرم کروا کر بھجوانا۔'' وہ حکم دیتی باہر کی طرف چل پڑی۔ جاتے جاتے اس نے سوفین پر ایک نظر ضرور ڈالی تھی جس نے سوفین کو دکھ دیا تھا۔وہ میری ماں سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہیں......؟

وہ سوچ رہی تھی۔

ڈیبرا کنیزوں کے ساتھ برتن سمیٹ کر کمرے سے باہر جانے لگی۔

''میں بھی حیران تھی کہ آج ملکہ نے کھانا دوبارہ گرم کروانے کا نہیں کہا۔عجیب عورت ہے۔'' وہ خود کلامی کرتے ہوئے باہر چلی گئی۔

کمرے میں اب نینی اور سوفین ہی رہ گئی تھیں۔

''شہزادی......'' نینی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''میں جانتی ہوں نینی لیکن......لیکن وہ کیوں ماما سے اتنی نفرت کرتی ہیں؟'' اس کے لہجے میں دکھ تھا۔

''یہ بات تو ہم بھی نہیں جانتے۔'' نینی نے کہا۔

وہ دونوں بھی کمرے سے باہر چلی گئیں۔

رات کا اندھیرا پورے جہان میں پھیل چکا تھا۔آسمان پر ستارے بھی دکھائی نہ دیتے تھے۔ ایسے میں رات کی سیاہی بہت گہری لگ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

کھانا کھانے کے بعد سوفین اپنے کمرے میں چلی گئی۔ یہ کمرہ شاہی حصے والا تھا۔موفل کا

بستر بھی وہیں پر لگایا گیا تھا۔اس وقت وہ کمرے میں اکیلی تھی جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور نینی اپنے ہاتھ میں چھڑی پکڑے کمرے میں داخل ہوئیں۔سوفین نے مڑ کر دیکھا اور مسکرائی۔نینی کو دیکھ کر موفل نے میاؤں کہا اور فوراً اپنے شاہی بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے اور نینی کے درمیان چپقلش کی وجہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

''آپ نے بلایا شہزادی۔'' نینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ مجھے نیند نہیں آرہی تھی تو میں نے سوچا کہ کل والی کہانی مکمل سن لوں۔آپ تھک تو نہیں گئیں؟'' سوفین نے وجہ بتائی۔

نینی ہلکا سا ہنسیں۔''نہیں میں ٹھیک ہوں لیکن مجھے اب وہ کہانی نہیں یاد۔''

سوفین کو دکھ ہوا۔''لیکن...... مجھے وہاں تک یاد ہے جہاں وہ آدمی پھول کے پاس گیا تھا۔اس کے بعد میں سوگئی تھی۔'' اس نے کہا۔

نینی نے گہری سانس خارج کی اور اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔''آپ لباس تبدیل کرلیں پھر سناتی ہوں۔'' یہ سن کر سوفین خوش ہوئی اور فوراً چھوٹے کمرے میں چلی گئی۔اب نینی سوفین کو انکار نہیں کرسکتی تھیں۔کل بھی انہوں نے ایک من گھڑت کہانی سنائی تھی اور آج اس کا اگلا حصہ بھی من گھڑت ہی ہوگا۔وہ کچھ نہ کچھ سوچ ہی لیں گی۔وہ چھڑی کو دیوار کے ساتھ لگا کر خود تکیے والی طرف بیٹھ گئیں۔موفل پر ایک اکتاہٹ بھری نگاہ ڈالی اور سر جھٹکا۔

''پتا نہیں یہ بلی مجھے اتنی زہر کیوں لگتی ہے؟'' نینی نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔موفل یہ سن کر ضرور نینی کو اسی ٹکر کا جواب دیتی مگر خوش قسمتی سے وہ بول نہیں سکتی تھی اور نینی کے دل میں

جو بھی آتا تھا وہ موفل کے خلاف بول دیا کرتی تھیں۔ اگر موفل انسان ہوتی تو ان دونوں کی آپس میں بہت بحث ہوا کرتی تھی۔

''میں آ گئی۔'' سوفین شب خوابی کا لباس پہن کر باہر آئی۔ اس نے سفید دستانے اتار دیے تھے اور گلے سے ہار بھی غائب تھا۔ بھورے بال کچھ آگے اور کچھ پیچھے کی طرف بکھرے تھے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

نینی نے اس کے لیے تکیہ ٹھیک کیا اور سوفین وہیں آ کر لیٹ گئی۔ نینی نے کچھ سوچا اور پھر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہانی وہیں سے شروع کی جہاں سے سوفین نے کہا تھا۔

''تو جب اس پھول نے اس آدمی کو طلسمی قوتیں دیں تو اس آدمی نے یہ جادو دوسرے لوگوں کو بھی سکھایا۔ دوسرے جادوگروں نے اس کا غلط استعمال کیا اور ایک جانور پر جادو کر کے اسے کالی طاقتوں والا ناگ بنا دیا۔ وہ ایک پرندہ تھا جس کی لمبی دم تھی اور چار پَر تھے۔ اس کے دو پَر آپس میں گنجلک تھے اسی لیے دیکھنے میں وہ ایک ہی لگتے تھے۔ وہ جب اڑتا تو پہلی اڑان میں اس کے پروں سے افشاں برستی تھی۔ وہ اچھا اور خوبصورت پرندہ تھا۔ اس کا رنگ نارنجی تھا۔ اس کے پروں میں پیلا اور لال رنگ بھی نمایاں تھا۔ چونچ کا رنگ بھورا تھا اور آنکھوں کا رنگ سبز تھا۔ وہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔ جب جادو نے اس کے اندر بدلاؤ کیا تو اس کا سارا رنگ ہی سیاہ ہو گیا۔ آنکھوں کا رنگ لال بھبھوکا ہو گیا اور پروں میں سے افشاں کی بجائے چنگاریاں نکلنے لگتیں۔ اس نے جنگل میں آگ لگا دی اور بہت سے معصوم لوگوں کو بھی جلا دیا۔ برے جادوگروں نے اس کی طاقت کو اور بڑھا دیا تھا اور وہ تباہی دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

دوسری طرف وہ آدمی اس چیز کو ختم کرنا چاہتا تھا۔اس نے پھول کے اندر چمکتے پتھر کو چھوا تو وہ پتھر پھول سے باہر آ گیا۔اس پتھر نے اسے سب سے زیادہ طاقتور کر دیا تھا اور اسی آدمی نے پھر اس ناگ کو تہہ خانے میں تقریباً چالیس زنجیروں میں قید کیا تھا۔اس آدمی نے وہ تہہ خانہ چھپا دیا اور وہ پتھر واپس پھول میں جا رکھا۔ برے جادوگروں کو آج تک اس تہہ خانے کے بارے میں نہیں پتا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر وہ پھول بھی کہیں چھپ گیا اور جادو کی شدت میں کمی آنے لگی۔ برے جادوگران دونوں کی تلاش میں تھے تبھی وہ آدمی ہماری دنیا میں ہم سے مدد مانگنے آیا تھا کہ کہیں مزید کوئی نقصان نہ ہو جائے۔اسے کسی ایسے انسان کی تلاش تھی جس کا دل پانی کی طرف صاف ہو۔ پانی کی طرح شفاف ہو۔''

نینی بول بول کر تھک چکی تھیں۔ اب انہیں مزید کچھ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔انہوں نے سوفین کو دیکھا تو وہ سو چکی تھی۔ نینی نے اس کے بالوں سے اپنا ہاتھ اٹھایا اور دیوار کے ساتھ لگی اپنی چھڑی اٹھائی پھر کمرے سے باہر چلی گئیں۔

موفل جاگ رہی تھی۔اس نے دروازہ بند ہوتے دیکھا تو اٹھ کر باہر بالکونی میں چلی گئی۔ بالکونی کی چھوٹی سی منڈیر پر کھڑی ہو کر اسے سامنے کا منظر دیکھنا اچھا لگ رہا تھا۔وہاں اندھیرا تھا اور کہیں کہیں کچھ لالٹین روشن تھے۔ ہوا اس کے بالوں کو سہلا رہی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر وہاں بیٹھی رہی اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو واپس اپنے بستر پر آ لیٹی۔

رات خاموش ہو چکی تھی......

عقبی جنگل میں وہ دھواں ابھی تک اٹھ رہا تھا......

☆☆☆☆☆

''کاش کہ تم میری بہن نہ ہوتی۔''

ملکہ دوئم نے کمرے کا دروازہ زور سے مارا۔شیلف پر رکھا گلاس اٹھا کر زمین پر پٹخا اور کانچ کے ٹکڑوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے بستر کی طرف چلی گئی۔

''مجھے نفرت ہے تم سے۔تم نے ہماری زندگی سے جا کر بھی ہماری زندگی عذاب بنا رکھی ہے۔تم مر کر بھی نہیں مری۔تمہیں ایسے مرنا چاہیئے تھا کہ کوئی تمہارا نام بھی لینا پسند نہ کرتا مگر یہاں تو سب تمہارے دلدادہ ہیں۔میں تنگ آ گئی ہوں۔تمہاری پھیلائی کوئی غلاظت کو مجھے سمیٹنا پڑ رہا ہے۔''اس کی آنکھوں میں طیش تھا۔

''تمہارے قتل کا کیا فائدہ ہوا؟ کچھ بھی نہیں۔'' وہ بولی اور بستر پر رکھی گدی اٹھا کر سامنے دیوار پر ماری۔دیوار پر لگی چھوٹی سی سینری، گدی لگنے سے ہلی اور پھر زمین پر جا گری۔کانچ ٹوٹنے کی آواز ایک بار پھر پورے کمرے میں گونجی تھی۔

اس کا دل بھی کانچ کی طرح ٹوٹا تھا۔

''تمہارے قتل کا کیا فائدہ ہوا؟''

وہ یہ سب یاد نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن یہاں اسے کوئی یہ قتل بھولنے ہی نہیں دیتا تھا۔کوئی بھی نہیں......

خود وہ بھی نہیں......

اس کا قتل کس نے کیا تھا......

اور کیا واقعی اس کی لاش کو محل کے تہہ خانے میں دفنایا گیا تھا؟

آخر......تہہ خانے کا کیا راز تھا؟

☆☆☆☆☆

شہزادی سوفین کا مینار والا کمرہ

شہزادی کی بلی موفل

آتش دان کے سامنے بیٹھی ملکی دوم

شہر کے مناظر دیکھتی شہزادی سوفین (خیالی خاکہ)

سبز پتھر والا ہار